النجم لکھنؤ

رسالہ

نمبر ۱۵ — ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۰ — ۹ مئی سنہ ۱۹۱۲ — جلد ۳

فہرست مضامین

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دوبار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷و۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا -

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہوسکیگا -

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو -

سالانہ	سے
شش ماہی	عہ
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا -

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا -

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا -

(۶) جو اصحاب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں اور چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدیں -

(۷) جو صاحب ۵ مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرالیں چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلیں -

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۲ روپیہ قیمت کی انعام مین دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا -

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ مین مضامین تصوف کہہ لیا جائے اس ذیل مین انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے

(۲) اہل علم کی بعراسلت جو خاص مہمی ضروری مسائل سے متعلق

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار -

(۴) ہر پرچہ مین کچھ حصہ جدید جدید اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبرین جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی

(۵) ہر سال جو کتاب انعام مین تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین مین سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	شش ماہی	سالانہ
نصف کالم	ے	مئے	للعہ	للعہ
ایک کالم	عہ	للعہ	عمہ	للعہ
پورا صفحہ	لعہ	عہ	صہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر کالم ۴ راجرت ضمیمہ فیصدی بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مصلیاً

النجم لکھنؤ

۲۱-جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

بقیہ تذکرہ حضرت مولنا شاہ احمد سعید رح

نقش بندی - مجددی - رحمۃ اللہ علیہ

المختصر نہایت جمیعت و طمانینت کے ساتھ دہلی کی خانقاہ عالیجاہ مین پچیس برس تک خلق خدا کی ہدایت وارشاد مین مصروف رہے - یہان تک کہ جب غدر کا واقعہ پیش آیا اور تمام دہلی مین تہلکہ پڑ گیا اور جس سے جس طرف ممکن ہوا بھاگ گیا - اس واقعہ کے بعد بھی حضرت ممدوح چار مہینے نہایت استقلال کے ساتھ تشریف فرما رہے - مگر آخر محرم ۱۲۷۴ھ مین جبکہ انگریزی فوج شہر کے اندر داخل ہو گئی اور لوگ نہایت کرب و بے چینی مین مبتلا ہوے تو بعض احباب کے اصرار سے آپ نے بھی اپنے اہل وعیال کو شہر سے باہر بھیج دیا - اسکے بعد بھی آپ چند روز وہین رہے - آخر جب حضرات مشائخ نے خانقاہ چھوڑنے کا حکم دیا تو آپ وہان سے چلے - منصور کے مقبرہ مین (جو شہر سے چار میل ہی) پہونچکر آرام کیا - ایک روز وشب وہان قیام فرمانے کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے مزار کی طرف تشریف لے گئے اہل وعیال سب وہین تھے - اس وقت لوگون کی پریشانی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا - مگر حضرت ممدوح نہایت اطمینان سے بدستور اپنے اوراد معمولہ مین مشغول رہتے تھے - یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ کوئی حادثہ اور ہنگامہ برپا ہی یا نہین -

آخر اللہ تعالیٰ نے کچھ افغانیون کو (جو انگریزی فوج مین تھے) آپ کا مسخر کر دیا - انھین لوگون کے ساتھ پھر آپ منصور کے مقبرہ مین تشریف لائے وہان آپ کی زوجہ محترمہ نے مرض وبا سے رحلت فرمائی - انکی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ اب ہم خانقاہ سے نکل چکے لہذا مناسب نہین کہ پھر وہان جاءین - بہتر ہوگا کہ اب حرمین شریفین کا رُخ کرین - اور بقیہ عمر وہین تمام کرین" یہی ارادہ آپ نے افغانیون کے سردار سے بیان کیا وہ انگریز حاکم اعلیٰ سے پروانہ راہداری لے آیا اور سب سامان سفر کا درست کر دیا - پس حضرت نے براہ پنجاب سفر کیا - اثناے راہ مین جس شہر اور قصبہ مین آپکا گزر ہوتا وہان کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور بہ کمال عقیدت

پیش آتے - لودھیانہ پہونچ کر یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی کہ ایک افغان سردار آپ کا معتقد ہوگیا اور اُس نے اپنے افسر انگریز سے جاکر کہا کہ یہ بزرگ تمام اہلِ ولایت کے پیر ہین بخارا سے تاشقند تک تمام مسلمان ان کے خادم ہین لہذا مین چاہتا ہون کہ ان کو اپنے گھر مین اُتارون اور ان کی دعوت کرون - اُس انگریز نے بہت خوشی سے اجازت دی اور کہا کہ میری طرف سے بھی اُنکی مہمانی کرو - اور کشتیون کا محصول جو اس کے متعلق تھا اُس نے معاف کردیا - یہ وقت تھا کہ دہلی کے نام سے زمین ہلتی تھی - مگر حضرت ممدوح جو اکابر دہلی سے تھے اتنے بڑے قافلہ کے ساتھ علانیہ نمازین پڑھتے اذانین دیتے ہوئے سفر کررہے تھے اور کوئی شخص مزاحم نہین ہوتا بلکہ جن کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ تھا وہ خود معتقد ہوجاتے تھے اور مثل ادنی خادمون کے خدمت کرتے تھے -

اسی خیر و خوبی کے ساتھ بمبئی پہونچے اور وہان سے بہ سواریِ جہاز مکہ وارد ہوے - مکہ معظمہ کے بزرگون نے بڑی عزت و عظمت حضرت ممدوح کی کی اور کچھ لوگ داخل طریقت بھی ہوے - لوگون کا بہت اصرار ہوا کہ آپ یہین قیام فرمائین - لیکن حضرت ممدوح نے منظور نہ فرمایا اور مدینہ منورہ پہونچے وہان کے بزرگون نے بھی بڑی عزت کی غرض وہین سکونت اختیار فرمائی اور آخر عمر تک وہین رہے اور حضرت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر جان دی اور جنۃ البقیع مین مدفون ہوے - رحمۃ اللہ تعالی علیہ -

حضرت شاہ ابو سعید

مجددی - رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد ہین اور شیخ طریقت بھی ہین - ۱۱۹۶ھ ہجری مین بمقام رامپور پیدا ہوے - لڑکپن سے رُشد و ہدایت کے آثار چہرۂ مبارک پر ظاہر تھے - گیارہ[11] برس کی عمر مین حفظ قرآن مجید سے اور اُنیس[19] برس کے سن مین تمام علوم عقلیہ نقلیہ سے فراغت حاصل کی -

علوم باطنیہ مین پہلے چندروز اپنے والد ماجد سے توجہ لی - پھر حضرت شاہ درگاہی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر رہے یہان تک کہ خاندان قادریہ مین سلوک کو تمام کیا - اور حضرت شاہ درگاہی رحمہ اللہ نے اپنی خلافت عطا فرمائی - اور اپنا قائم مقام کردیا - لوگ رجوع ہونا شروع ہوے - یہان تک کہ ہزار آدمیون سے زیادہ ان کے ہاتھ پر مرید ہوے اور بہت سے تصرفات و کرامات کا ظہور ہوا - مگر انکے دل مین باربار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا سلوک مجھے اب تک حاصل نہین ہوا - اس خیال نے یہان تک ترقی کی کہ پیری کا منصب چھوڑ کر مریدی کا شوق از سرِ نو پیدا ہوا - اور حضرت

قطب الاقطاب قیوم زمان حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور اقدس مین حاضر ہوے اور طریقۂ مجددیہ کی نسبت حاصل کی اور بڑے اعلی مراتب پر فائز ہوے۔

آخر عمر مین حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس آتے ہوے مقام ٹونک مین پہونچے - وہین بیمار ہوے - ہمین عید الفطر کے دن ظہر و عصر کے درمیان ۱۲۴۰ھ ہجری مین اس دنیاے فانی سے رحلت فرمائی۔

نعش مبارک ٹونک سے دہلی آئی۔ چالیس روز مین تابوت دہلی پہونچا - باوجود اسقدر مدت گزر جانے کے جس وقت نعش مبارک کو صندوق سے نکالا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا ہے - ذرا بھی تغیر پیدا نہ ہوا تھا -

خانقاہ عالیجاہ دہلی مین حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ کی قبر کے برابر انکی بھی قبر بنائی گئی - حضرت مولنا شاہ احمد سعید صاحب انکے فرزند تھے - اُنھون نے تاریخ وفات حسب ذیل نظم فرمائی -

امام و مرشد ما شاہ بو سعید سعید
بروز عید چو شد واصل جناب خدا
دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش
ستون محکم دین نبی فتاد ز پا

تذکرۂ حضرت خلیفۂ خدا نائب خیر البشر مجدد مأۃ ثالث عشر حضرت مولنا شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۵۶ھ ہجری مین بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور (پنجاب) پیدا ہوے - نسب مین علوی ہین - تمام علوم دینیہ سے ۲۲ - سال کی عمر مین فارغ ہو کر حضرت میرزا جان جانان شہید رضی اللہ عنہ سے اخذ طریقت کی اور پندرہ برس انکے مقدس حلقہ مین بیٹھے - خوب ریاضتین کین - بالآخر اُنکے خلیفہ ہو گئے - نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ بیان سے باہر ہے - فرماتے تھے کہ جب مین جامع مسجد دہلی مین جاتا تھا تو تمام مسجد نور باطن سے منور ہو جاتی تھی اور اور جس بزرگ کی قبر پر میرا گذر ہوتا تھا اُسکی نسبت میری نسبت کے آگے پست معلوم ہوتی تھی -

ایک مرتبہ حضرت ممدوح نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ تھارا نام عبد اللہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمۂ زہرا رضی اللہ عنہا کو خواب مین دیکھا کہ وہ اُنکے گھر مین تشریف لائی ہین اور فرماتی ہین کہ ہم تمھارے لیے زندہ ہو کر آگئے ہیں -

ایک مرتبہ حضرت امام ربانی کو خواب مین دیکھا کہ وہ فرماتے

ہین کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ ایک مرتبہ الہام ہوا کہ اے غلام علی تم قیومیت کے منصب پر ہو۔ ایک مرتبہ الہام ہوا کہ تم سے ایک نیا طریقہ رائج ہوگا۔

فی الواقع حضرت ممدوح کی ذات بابرکات مثل حضرت مرزا صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی بذات اقدس کے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرات مین سے تھی۔ اس قدر فیض آپ کی ذات سے ہوا اور طریقۂ عالیہ کا رواج اس درجہ ہوا کہ کم کسی سے ہوا ہوگا قریب قریب یہ کہا جا سکتا ہی کہ بلاد اسلامیہ مین کم کوئی ایسا مقام ہوگا جہان آپ کا کوئی فیض یافتہ نہ ہو۔ بعض لوگ تو خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آپ کے حضور مین آئے مثل حضرت مولنا خالد رومی اور شیخ احمد کردی اور سید اسمعیل مدنی وغیرہم کے۔ مولنا خالد رومی وہ شخص ہین جنکے مناقب مین علامۂ شامی نے ایک رسالہ لکھا ہی۔

دہلی کی خانقاہ بھی آپ ہی کی بنوائی ہوئی ہی اس خانقاہ مین تقریبًا دو سو طالب علم رہا کرتے تھے اور سب کے مصارف آپ ہی کی طرف سے ملتے تھے۔

باوجود ان تمام مراتب و درجات کے اس قدر منکسر و متواضع تھے کہ بسا اوقات کسی کتے کو دیکھ لیتے تو فرماتے کہ ای پروردگار میری کیا ہستی ہی کہ مین تیرے برگزیدہ بندون کے توسل سے دعا مانگون اے پروردگار اپنی اس مخلوق کے طفیل مین مجھپر رحم فرما۔"

ہمیشہ موٹے اور ادنی درجے کے کپڑے پہنا کرتے تھے سوتے بہت کم تھے۔ تہجد کے وقت خود لوگون کو اٹھایا کرتے تھے۔ دنیا کا ذکر آپ کی محفل مین ہرگز نہ آنے پاتا تھا۔ بزرگون نے لکھا ہی کہ آپ کی مجلس اقدس حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ کے مجلس کے مشابہ ہوتی تھی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین نہایت قدم راسخ رکھتے تھے۔ توکل کی یہ کیفیت کہ اکثر بادشاہ وقت اور امرا کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ خرچ خانقاہ کے لیے کچھ رقم معین کردین مگر آپ منظور نہ فرماتے تھے۔ یہ اشعار جو بالکل اپ کے حسب حال تھے اکثر زبان مبارک پر آتے تھے۔ ؎

خاک نشینی ست سلیمانیم ننگ بود افسرِ سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نشد جامہ عریانیم

اور فرمایا کرتے تھے کہ فقیرون کی زندگی ایسی ہونی چاہیے جیسی شیخ ابن یمین کبروی فرماتے ہین۔

نان جوین و خرقہ پشمین و آبِ شور
سیپارہ کلام و حدیثِ پیمبری
ہم نسخۂ دو چار زعلمی کہ نافع ست
در دین نہ لغو بو علی و زاز عنصری
تاریک کلبۂ کہ پے روشنیِ آن

بیہودہ نیستی نبرد شمعِ خاوری

با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو

درپیش چشم ہمت شان ملک سنجری

این آن سعادتی ہست کہ حسرت بردبآن

جویائے تخت قیصر و ملک سکندری

فرماتے تھے کہ مین نے حق تعالی کا کلام جو آواز سے بری ہی تین بار سنا۔ خوارق عادات اور کرامات ہر کثرت سے ہین کہ انکا استیعاب دشوار ہی۔ اکثر کلمات ناز زبان مبارک پر جاری ہوجایا کرتے تھے - چنانچہ ایک مرتبہ قحط عظیم پڑا - پانی نہین برستا تھا - آپ مسجد کے صحن مین آکر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک پانی نہ برسیگا مین یہان سے نہ اُٹھونگا پس خوب برسا -

توجہ اس قدر قوی تھی کہ ایک مرتبہ ایک کشتی پر جو اپنے زور کے ساتھ جارہی تھی آپ نے توجہ فرمائی - وہ کشتی فی الفور ساکن ہوگئی -

ایک مرتبہ ایک ہندو کا لڑکا آپ کی محفل مین آگیا اسپر توجہ فرمائی فی الحال اُس نے اپنے گلے سے زنار اُتار کر پھینکدیا اور مسلمان ہوگیا - اس قسم کے واقعات بہت ہین -

۲۲ - صفر ۱۲۴۰ سنہ ہجری مین بحالت استغراق واصل بحق ہوئے -

تذکرۂ حضرت قیوم طریقۂ احمدیہ شمس الدین حبیب اللہ میرزا مظہر جان جانان شہید رضی اللہ عنہ

نسب شریف حضرت محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی مرتضی تک پہونچتا ہے -

۱۱۱۱ ہجری یا ۱۱۱۳ ہجری مین آپ کی ولادت ہوئی بچپن سے آثار رشد وہدایت جبین مبارک سے ظاہر تھے - نو برس کی عمر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب مین دیکھا

حضرت ابوبکر صدیق کا جب تذکرہ ہوتا تو اُن کی صورت اقدس پیش نظر ہوجاتی اور اُنکو اپنے سر کی آنکھون سے دیکھتے - اسی طرح حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی زیارت سے بارہا مشرف ہوئے -

شور عشق بھی لڑکپن سے مزاج اقدس پر غالب تھا جہان کوئی خوبصورت چیز دیکھتے تو اُسکی طرف بیحد مائل ہوتے چھ ماہ کی عمر مین ایک صاحب حسن وجمال عورت نے انکو اپنی گود مین لے لیا اس عورت کے حسن وجمال پر ایسے گرویدہ ہوئے کہ بغیر اسکے قرار نہ تھا جب وہ نظر کے سامنے نہوتی تو روتے - پانچ برس کی عمر مین تو یہ کیفیت ہوئی کہ لوگون کی زبان پر اسکا چرچا تھا کہ اس لڑکے کا مزاج نہایت عاشقانہ ہے -

انکے والد ماجد نے ان کی تعلیم و تربیت مین اعلی درجہ کا اہتمام کیا۔ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی انکو تعلیم دلائی علاوہ علوم کے بہت سے ہنر اور صنعتین انکو سکھلائین۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہنر اور صنعتین مین نے تمکو اس لیے سکھائے ہین کہ اگر تم امیر ہو گئے تو اہل ہنر کی قدر کروگے اور اگر میری دلی خواہش کے موافق تم فقیر اور تارک الدنیا ہوے تو کسی ذی ہنر کی تمکو احتیاج نہ ہوگی"۔ چنانچہ ہر فن اور صنعت مین اس قدر کمال تھا کہ جس فن کا اُستاد انسے ملتا وہ اپنے فن مین انکے فائق ہونے کا اعتراف کرتا۔

ان تمام کمالات کی تحصیل کے بعد اٹھارہ برس کی عمر مین جذب باطنی کی کشش سے حضرت نور محمد بدایونی رحمہ اللہ کی خدمت مین پہونچے اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ مین اُن سے بیعت کی۔ اور بڑی بڑی ریاضتین شاقہ عمل مین لائے۔ اُنکی وفات کے بعد بہت دنون اُنکی قبر شریف سے استفادہ کیا۔ پھر اُنھین کی قبر سے اشارہ معلوم ہوا کہ قبور سے استفادہ کرنا خلاف دستور ہے۔ کسی زندہ کے پاس جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین دس برس اور حضرت شیخ عبد الاحد رح کی خدمت مین بارہ برس رہے۔ بعد اسکے حضرت حافظ سعد اللہ صاحب کی طرف رجوع کیا۔ پھر حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہوے۔ چارون طریقون مین بے نظیر کمال حاصل ہوا۔

تمام مشائخ عظام حضرت ممدوح کی بہت عظمت کرتے تھے۔ حضرت شیخ محمد عابد رحمہ اللہ نے ایک روز جبکہ حضرت ممدوح انکے سامنے بیٹھے ہوے تھے فرمایا کہ دو آفتاب میرے سامنے بیٹھے ہوے ہین کہ دونون کی چمک دمک کی وجہ سے باہم امتیاز مشکل ہے۔ اگر طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہو جائین تو ایک عالم کو منور کر دین ایک روز فرمایا کہ میرے اصحاب مین مرزا صاحب کا مثل کوئی نہین ہے، جو محبت خدا اور رسول کے ساتھ ان کو ہے کسیکو نہین ہے، اب اس طریقۂ عالیہ کی ترویج انہین کی توجہ سے ہوگی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی طرف سے تمکو شمس الدین حبیب اللہ کا لقب ملا ہے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام دنیا کے فقرا کے حالات میرے پیش نظر ہین۔ مین اُن کو اس طرح دیکھ رہا ہون جس طرح کوئی شخص اپنی ہتھیلی پر رائی کے دانہ کو دیکھتا ہے اس وقت حضرت میرزا جان جانان کے مثل کسی اقلیم اور کسی شہر مین نہین ہے"۔

ان حضرات مشائخ کی وفات کے بعد حضرت ممدوح اُنکے جانشین ہوے اور ہدایت عالم کا کام اپنے ذمہ لیا۔ تیس برس تک نہایت استقلال کے ساتھ طالبان خدا کی تربیت فرماتے رہے اور ایک عالم کو نور باطن سے

نورانی کر دیا - ہزارہا بندگان خدا طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے اور تقریباً دو سو آدمی منصب خلافت و اجازت پر پہونچے اور ان میں سے پچاس بزرگ انتہائے کمالات احمدیہ پر پہونچ کر ارباب طریقت کے مقتدا اور امام ہوئے

آپ کے خلفا میں حضرت شاہ غلام علی صاحب رح تو ایک فرد کامل اکمل ہیں - ان کے علاوہ بھی بہت بزرگ بے نظیر ہیں - جنمیں سب سے زیادہ مذکورہ مشہور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رح پانی پتی ہیں - جو علم ظاہر میں بھی ویسا ہی کمال رکھتے تھے جیسا علم باطن میں - صاحب تصانیف اور تمام علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے - حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رح دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب بیہقی وقت ہیں "

حضرت مرزا صاحب رح فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ تم میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو - تو میں عرض کرونگا کہ قاضی ثناء اللہ کو لایا ہوں "

ابتدائی عمر میں اسی شور عشق کی تحریک سے کچھ اشعار بھی حضرت ممدوح نے نظم کیے تھے - آپکا دیوان چھپ گیا ہی - اسکے دیباچہ میں خود حضرت ممدوح نے لکھا ہی کہ شور عشق کی تحریک سے جو گویا میرا خمیر تھا یہ نا موزون کرتا تھا - مگر انکے جمع کرنے کا خیال نہ تھا بڑا حصہ انکا ضائع ہو گیا اب یک عزیز کے اصرار سے جسقدر حصہ باقی ہی اسکو جمع کرتا ہوں

انکے دیوان عالیشان سے ایک غزل اور چند اشعار تبرکاً نقل کیے جاتے ہیں -

غزل

ازان پہلوے خود جا میدہم این رنج و محنت را
کہ غیر من پناہے نیست در عالم مصیبت را

قضا از مشہد مُشتِ خونے وام مے گیرد
کہ تا رنگین کند ہنگامۂ روز قیامت را

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

نگیرد باطنِ اہلِ صفا زنگ از نظر بازی
تصرف نیست ہرگز در دلِ آئینہ صورت را

دماغِ دل درین جا گاہ گاہی چاق مے گردد
خدا آباد تر سازد خرابات محبت را

تلف کردست این دل حق صحبت ہائے دیرینہ
بہ بزم خود نخواہی داد جا این بے مروت را

بجائے سنگ طفلان بارہا شیشہ باید زد
چو ہر زہ مظہر دیوانۂ نازک طبیعت را

اشعار

نشستم عاقبت چون آفتاب از ہرزہ گردیہا
سیہ کردم بہ اندک چشم پوشی روئے دنیا را

تا چرِ ما جنس درد از راہ دور آوردہ است

از برائے داغِ دل آتش ز طور آوردہ است
گہ بہ معشوقی سرِ آن شوخ می آید فرود
بہرِ نازش نیازِ ما بزور آوردہ است
ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق
بجاں کنی و خون طپم و گوئی از برائے من است
حیف دردے کہ بجو دنگِ مداوا برداشت
بہر جائے نتوان نامِ مسیحا برداشت
نعش مظہر چو زکویت گذرد چشم بپوش
آخر این مردہ ہمان ست کہ بیمارِ تو بود
نوبہار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید
دوستان امسال تدبیرم بطورِ من کنید
نیست خاکِ بیکسان منت کشِ شمع و چراغ
خار بر گورِ غریبان گلفشانی می کند
مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کردہ
بطبع من بکس کم ساختن بسیار میسازد
دلِ او را بر حسم آورد آخر نالۂ زارم
بلے اعجازِ عشق ست اینکہ زاری زہر میگردد
نرگس از تربت من رستہ و خوبان گویند
خاک گر دیدہ و چشمش نگران ست ہنوز
گرفتار حیات از بہرِ آن زلفِ گرہ گیرم
بہ موئے بستہ است این زندگانی ہمچو تصویرم

از دوا ہرگز نخواہد رفت آزارِ دلم
دلدہی باشد علاجِ من کہ بیمارِ دلم
مذہب عشق جدا مشربِ عشاق جداست
درد را مظہرِ دیوانہ دوا می داند
نگاہِ مست تو آن را کہ مستفید کند
ہزار پیرِ خرابات را مرید کند
اینکہ مظہر یک نفس بے گریہ باشم یاد نیست
از نمِ مژگان چو ابرِ تر خمیرم کردہ اند
انفعالِ جرم بہتر از غرورِ طاعت ست
مظہر اے دور از حقیقت بر نمازِ خود مناز
ز تاثیرِ محبت در دلش کردیم جا مظہر
بجا باشد اگر خوانند یاران جانِ جان ما را
تا ز رنجِ خود پرستیہا دمے آسودمے
ہمچو مظہر کاش رائے باخدا بودے مرا
ز عشقِ او بہ داغے کے تسلی میشوم مظہر
کہ غرقِ سوختن چون شعلہ میخواہم سراپا را
امید قتلِ دلم را بہ اضطراب رساند
کہ این نوید بہ این خانمان خراب ساند
مظہر بجرمِ نیم نگاہم کہ میکشد
یک بار خود کنید باو روبرو مرا

(باقی آیندہ)

ایثاق الوثوق

فی عقد

ام کلثوم والفاروق

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل مین عقد حضرت ام کلثوم کوئی مہتم بالشان واقعہ نہ تھا۔ مگر بعض جدید متکلمین شیعہ نے جیلی بغض و عناد کی وجہ سے جو وہ حضرت عمر کے ساتھ روا رکھتے ہین اسمین اس قدر شبہات وارد کیے ہین کہ عوام کو یقین کامل ہو سکتا ہی کہ یہ واقعہ بالکل غلط بلکہ افترا اور بہتان ہی۔ چند ماہ پیشتر ضلع ڈیرۂ غازیخان سے ایک صاحب نے بمقام کوئٹہ ایک پرچہ رسالۂ اصلاح کا عاجز راقم کے پاس بھیجا تھا۔ جسمین اڈیٹر اصلاح نے بڑے شد و مد سے عقد ام کلثوم سے انکار کیا تھا۔

صاحب موصوف نے دریافت کیا تھا کہ اس مسئلہ مین تمھاری تحقیق کیا ہی؟ جب سے مجھکو یہ خیال دامنگیر رہا اور اس عرصہ مین بعض کتب شیعہ کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ اگرچہ انجم کے کسی گذشتہ پرچہ مین ایک فاضل کچھ اظہار خیالات فرما چکے ہین اور مجھے اب ہیچمدان کا اسیر کچھ [illegible] کرنا چاہتا [illegible] بات کا مصداق ہو [illegible]

اس مختصر مین بعض بڑے بڑے شبہات کا نہایت صراحت سے جواب بہم پہونچایا گیا ہی۔ اس واسطے امید ہی کہ تحفیہ [illegible] ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہوگا۔

منکرین عقد کی تالیفات سے مین نے بعض پرچے اصلاح کے دیکھے ہین اور ایک رسالہ شرح کنز مکتوم سید سجاد حسین کا۔ اور پھر ایک تازہ تالیف ام الائمہ نام سید محمد محسن [illegible] کی۔

اور موافقین عقد کی تالیفات سے [illegible] مولنا شبلی، اور مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری [illegible] ہوا مطالعہ کی تھین۔ اور رجال مین کتاب ناسخ التواریخ کی وہ جلد جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات مین ہی۔ اور جو کہ مرزا محمد تقی خان وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار کی مشہور کتاب ہی جنکو بوجہ انکی علمی قابلیتوں کے لسان الملک کا معزز خطاب حاصل تھا۔ اور کتاب طراز مذہب مظفری، جو لسان الملک کے بیٹے مرزا عباس علی قلی خان سپہر کی تصنیف ہی۔ حضرت سپہر بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح مظفر الدین شاہ قاچار کے وزیر اعظم تھے

منکرین عقد کی تحریرون سے صاف ظاہر ہی کہ انکو تحقیق حق مدنظر نہ تھی۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ نہ وہ خود کسی صحیح نتیجہ تک پہونچے نہ انھون نے اپنے ناظرین کو پہونچایا کسی نے کہدیا کہ ام کلثوم [illegible] حضرت عمر [illegible] حضرت علی کی

صاحبزادی ہی نہ تھیں بلکہ وہ تو ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں جنکو اسما بنت عمیس بیوہ ابو بکرؓ بوقت نکاح کرنے ساتھ جناب علیؑ کے محمد بن ابو بکر کے ساتھ لائی تھیں۔ گویا وہ حضرت علی کی ربیبہ تھیں بلحاظ ربیبہ ہونیکے وہ لڑکی بنت علی سے مشہور ہوگئی الخ" (شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۵۰)

کسی نے کہا کہ ہاں حضرت علی ہی کی بیٹی تھیں مگر ایک کنیز کے بطن سے تھیں اور وہ چار سالہ تھیں۔

کسی نے کہا کہ جو ام کلثوم حضرت سیدہؑ کے بطن مبارک سے تھیں وہ پیشتر حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب کے بیٹوں سے منسوب ہو چکی تھیں۔ اور جناب علیؑ نے اسی بنا پر حضرت عمرؓ کی خواستگاری کے وقت انکار فرمادیا تھا۔

اس انکار کے جوش میں اُنھوں نے صاف اور صریح احادیث مندرجۂ کافی سے بھی انکار کردیا۔ مثلاً وہ حدیث جسکا ترجمہ یہ ہے کہ یہ پہلی ہے جو ہمسے چھینی گئی۔ اول فرج غصبناہ یا ان ذلک فرج غصبناہ

اور دوسری حدیث جو کتاب طلاق فروع کافی میں ہے کہ جب عمرؓ فوت ہوگئے تو حضرت علیؑ اُنکو اپنے گھر لے آئے۔ ان علیا صلوات اللہ علیہ لمامات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدہا فانطلق بہا الی بیتہ۔

سید سجاد حسین صاحب یہاں تک برافروختہ ہوئے کہ اپنی احادیث کی کتابوں کی صحت ہی سے انکاری ہوگئے چنانچہ فرماتے ہیں

"ہمارے مذہب میں جس قدر بھی کتب احادیث ہیں اُن میں سے ایک کی نسبت بھی ہمارا دعوی نہیں ہے کہ ان میں جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح اور تنقید یافتہ ہے بسا مواقع پر ایک حدیث دوسری حدیث کے ناقض مخالف واقع ہوئی ہے" (دیکھو شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ مطبع یوسفی دھلی

علاوہ ازیں صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ "علمای شیعہ کو قدیماً وجدیداً اس سے انکار رہا ہے۔ شیخ مفید جو قریب العہد آئمہ کرام تھے اس عقد سے انکار کرتے ہیں" (شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۳۷)

ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہیں "نہ عمر نے کبھی اسکا قصد کیا نہ کبھی واقع ہوا نہ کوئی اسکی اصلیت ہے" اصلاح نمبر۱۲ جلد۱۴ صفحہ ۵۴

قاضی سید محمد محسن صاحب فرماتے ہیں بعد ذکر وصیت حضرت سیدہؑ کے کہ شیخین میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں اور جناب امیر اس وصیت کو پوری طرح سے ادا کریں ایسی حالت میں کون سی عقل اس بات کا تصور کرسکتی ہے کہ اسی فاطمہ کی بیٹی کا نکاح عمر سے کرایا گیا۔ وہ عمر جو فاطمہ کا پکا دشمن تھا (خاک بدہن قائلش) اسے نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ کوئی معتبر نقل اس دعوے کے ثبوت میں پیش

کیجاتی ہی" دیکھو امام الائمہ صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸

منجملہ وجوہ انکار کے ایک وجہ حضرت ام کلثوم کی صغرسنی کی بنا پر بھی ہی۔ کہا گیا ہی کہ ام کلثوم بنت جناب علی عاقلہ و بالغہ و راشدہ و جوان السن تھین شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۸۱ اور صغیر سن جو تھین تو وہ ام کلثوم بنت ابوبکر ہی تھین (اصلاح نمبر ۱۲ جلد ۱۴)

اس تحدی آمیز انکار کے ساتھ ناظرین متعجب ہونگے کہ جن ہی منکرین حقیقت نے اس امر واقعہ ہونیکا اقرار بھی کیا ہی مگر عجیب عجیب طرح پر - سید سجاد حسین نے شرح کنز مکتوم مین متعدد جگہ اقرار کا اظہار کیا ہی ایک مقام پر لکھتے ہین اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو دعوے مین کیا قوت ہوتی ہی- حضرت عمر پر الزام جبر و ظلم و غصب عائد ہوتا ہی- مجبور و مظلوم ہونا کوئی عیب نہین ہمیشہ انبیاء و اولیا پامال اشقیا ہوئے ہین - ص ۱۵۱

مؤلف کتاب امام الائمہ فرماتے ہین" اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ نہین - حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا ہی نکاح عمر سے ہوا ہی اور وہی اُسوقت کمسن تھین تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ عمر صاحب اُس سے متمتع نہین ہو سکے" ص ۱۲۱

پھر شرح کنز مکتوم مین لکھا ہی کہ اس نکاح کا نتیجہ اتحاد قلبی فریقین نہین ہی کیونکہ اس امر کا وقوع بربنائے خلوص و رضامندی نہین ہوا - بلکہ تہدید و تنبیہ و زجر و تعدی کے بعد جیسا کہ تمھاری روایات سے بھی ثابت ہی" ص ۱۳۵

اسی عنوان کو ہم تسلیم کر کے اقرار عقد کرتے ہین جس سے ناکح کو سوای مظلمۂ آخرت کوئی دینی فائدہ نہوگا" ص ۱۳۹

لیکن اسی صفحہ پر لکھا ہی کہ " نہ جبر ہوا نہ نکاح - حضرت سنیون نے بات بنائی مگر نہ بن سکی" ص ۱۳۹

ناظرین ! انصاف سے فرمائیے کہ ان مختلف اور متضاد کوائف سے کسی صحیح نتیجہ پر کوئی شخص کس طرح پہونچ سکتا ہی؟ کیا اسی کو تحقیق کہتے ہین کہ پہلے تو نکاح پر انکار ہی- پھر اقرار ہی اگرچہ جبر کے ساتھ - پھر آخر جبر سے بھی انکار - بات تو سیدھی سی تھی - یعنی یہ کہ حضرت ام کلثوم جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا اور جن سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ بھی متولد ہوئی تھی، وہ ام کلثوم حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے نہ تھی - بلکہ ابوبکر صدیق کی لڑکی تھین - یا فلان کنیز کی بیٹی تھی - یا یہ کہ نکاح ہوا بھی ہی تو حضرت علی نے مجبور ہو کر ایسا کیا اور بس - لیکن یہان تو یہ کیفیت ہی کہ کوئی صاحب کچھ فرماتے ہین اور کوئی کچھ -

عقد فاروق سے ضد ہی کبھی انکار بھی ہی
ساتھ انکار کے شیعون کو کچھ اقرار بھی ہی
بعض کہتے ہین وہ تھی دوسری ام کلثوم
بعض کہتے ہین وہی تھین یہ کچھ اسرار بھی ہی
بعض کہتے ہین کہ مجبور ہوے شیر خدا

یعنی اس حجاب کے پردے میں کچھ اجابر بھی ہی

خود ہی بتلاؤ کہ اس مختلف آرائی مین

ضد ہی ضد ہی کہ صداقت کا کچھ اظہار بھی ہی؟

یہ طویل تمہید جو صرف مخالفین کے شبہات پر حاوی ہونے کیلیے لکھی گئی ہی اگرچہ اکثر ناظرین کو ناگوار ہوگی۔ مگر مجھے امید ہی کہ آیندہ جوابات اور کتب شیعہ کے مختلف حوالون کے ذہن نشین کرانے مین انشاء اللہ کافی مدد دیگی۔

جوابات شبہات مذکورہ

(۱) ام کلثوم دختر جناب علی علیہ السلام۔

ناسخ التواریخ مین صاف طور پر لکھا ہی کہ وہ جناب علیؓ کی بیٹی تھین اور عمرؓ بن خطاب نے اُن سے شادی کی اور ان سے زید و رقیہ متولد ہوے۔ اصل عبارت "ام کلثوم بنت علی علیہ السلام عمرؓ بن الخطاب ویرا تزویج کرد و از وے زید و رقیہ متولد شد وفات ام کلثوم و پسرش در وقت واحد بود و ما قصہ او را در کتاب عمر بشرح نگاشتیم"۔

(دیکھو ناسخ التواریخ کتاب ۲ ص ۳۲ مطبوعہ ایران)

(۲) ام کلثوم دختر حضرت ابوبکرؓ۔ اسما بنت عمیس بیوہ حضرت ابوبکر صدیق (جو بعد کو حضرت علی کے ہان معہ اپنے بیٹے محمد بن ابی بکر کے چلی آئی تھی) یہ ام کلثوم انکے بطن سے نہ تھین کہ حضرت علی کی ربیبہ بن سکتین۔ بلکہ انکی ماں ہی دوسری ہی جسکا نام حبیبہ یا ملیکہ تھا۔

ناسخ التواریخ مین لکھا ہی کہ یہ حبیبہ دختر خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج تھین۔ یہ حضرت صدیق کی زوجہ تھین۔ اور انکی وفات کے وقت حاملہ تھین۔ جنکے لڑکی پیدا ہوئی جسکا نام حضرت عائشہؓ نے ام کلثوم رکھا تھا عمرؓ بن الخطاب نے انکی خواستگاری کی تھی مگر ام کلثوم نے انکار کردیا اور کہا کہ مین عمر بن الخطاب ایسے درشت طبع کے ساتھ گذارہ نہین کرسکتی۔ دیکھو ص ۲۱ اصل عبارت بخوف طوالت نہین لکھا۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ پھر ان ام کلثوم کا عقد کس سے ہوا تھا؟ اسکا جواب بھی ناسخ التواریخ مین لکھا ہی کہ " اما ام کلثوم دختر ابوبکر بنکاح طلحہ بن عبداللہ در آمد و از وے دو فرزند آورد۔ یکے زکریا و آن دیگر دختر بود نامش عائشہ بنا و حبیبہ بعد از ابوبکر بحبالہ نکاح حبیب بن السافہ در آمد" ص ۲۱۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ ام کلثوم دختر حضرت علی کا نکاح حضرت عمر سے ہوا اور اُس سے دو اولاد بھی پیدا ہوئین۔ تو اب منکرین کو کوئی حق نہین کہ وہ ام کلثوم دختر ابوبکر صدیقؓ کا حال ہمسے دریافت کرکے خلط مبحث کرین۔ مگر چونکہ ہمکو تحقیق حق منظور ہی نہ کہ مدعی مخالف کا فقط ساکت کردینا۔ لہذا ام کلثوم

دختر ابوبکر - بلکہ اُنکی والدہ کا عقد ثانی بھی بعد وفات حضرت صدیق اکبر لکھدیا -

(۳) اسماء بنت عمیس اور اُنکی اولاد کی تحقیق

مورخ ناسخ التواریخ لکھتے ہین کہ وہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھین - ہجرت حبشہ کے وقت ساتھ تھین - فتح خیبر کے دن اپنے شوہر عالی گہر کے ہمراہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین - حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح مین آئین "و محمد بن ابی بکر ازو متولد شد و بعد از ابوبکر علی علیہ السلام او را تزویج بست و یحییٰ ازو متولد شد" ص۱۵۱

اس سے یہ شبہہ اچھی طرح حل ہو جاتا ہی کہ اسما بنت عمیس کے بطن سے کوئی لڑکی ام کلثوم نام نہ ابوبکر صدیقؓ کے نطفہ سے پیدا ہوئی نہ حضرت علی کے نطفہ سے - اور حضرت ابوبکر کے یہان جب تھین تو صرف محمد بن ابی بکر پیدا ہوے تھے - اور حضرت علی کے ہان بھی جو پیدا ہوا وہ لڑکا تھا یحییٰ نام - پس ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ام کلثوم کی مان ہی دوسری تھی - اور اس صورت مین اسما رضی اللہ عنہا کو کوئی حق نہ تھا کہ ام کلثوم کو وہ اپنے ساتھ حضرت علی کے پاس لیجاتین - اور اُنکی بیٹی کہلواتین - بلکہ اُن ام کلثوم کی مان ہی دوسری تھین جنکا نام حبیبہ تھا -

(۴) حبیبہ کا حال اُوپر لکھا گیا - لیکن مزید تشفی کے واسطے گزارش کیا جاتا ہی کہ ناسخ التواریخ مین حبیبہ کا ذکر زمرۂ ازواج حضرت ابوبکر مین بھی لکھا ہی اور ساتھ ہی اُنکی اولاد کی تشریح مین لکھا ہی کہ "در وقت وفات ابوبکر حاملہ بود پس ازو دخترے آورد نام او ام کلثوم" ص۲۱۵

(۵) ازواج و اولاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

منکرین نے یہ توجیہ بھی بعض مقام پر کی ہی کہ حضرت کی بیویون مین سے دو تین ساڑھے تین تین چار ام کلثوم نام کی تھین - (دیکھو شرح کنز مکتوم ص۸۵)

ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہین - "عمر کی تین بیبیان مسمی بہ ام کلثوم تھین" (اصلاح نمبر ۲ جلد ۱۴ ص۵۵)

کچھ تو اس شبہہ کے ازالہ کیواسطے اور کچھ ام کلثوم کو زمرۂ ازواج مین بھی دکھلانیکے واسطے ناسخ التواریخ سے ذیل کا استدلال انشاءاللہ کفایت کریگا -

شروع مین لکھا ہی "بالجملہ عمر در زندگانی خود ہشت زن بسر اے آورده" یعنی حضرت عمر نے آٹھ عورتون سے عمر بھر مین نکاح کیا" مین بخوف طوالت صرف اُنکے نام لکھے دیتا ہون - اوّل زینب بنت مظعون دوم ملیکہ دختر جرول - سوم عاتکہ دختر زید بن عمر - چہارم

جمیلہ دختر عاصم - پنجم ام حکیم - ششم تمیمہ - ہفتم فکیہہ ہشتم " ام کلثوم دختر علی بن ابی طالب علیہ السلام بود"

اسکے آگے اولاد کا ذکر لکھا ہے "وعمر را نہ پسر بود"

وچہار دختر بود اول حفصہ - دوم فاطمہ - مادر حفصہ زینب دختر مظعون ست و مادر فاطمہ ام حکیم ست - سوم رقیہ واو را نیز از ام کلثوم داشت - چہارم زینب و مادرا و فکیہہ بود"

پھر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اور دو عورتوں کی بھی خواہش کی تھی لیکن وہ راضی نہ ہوئیں - پہلی کا نام ام ابان دختر عتبہ لکھا ہے اور دوسری ام کلثوم دختر ابوبکر صدیق رضی ص ۳۳۲

(۶) اقرار عقد - فاضل مورخ مذکور واقعات سنہ ۱۸ ہجری میں اس عقد کا ذکر بھی کرتے ہیں - پہلے تو جو کچھ قدیم تاریخوں میں لکھا ہے اسکا ذکر کرتے ہیں پھر ذاتی رائے جو لکھی ہے اسکے چند فقرات اصل عبارت فارسی معہ خلاصہ ترجمہ کے عرض کیے دیتا ہوں -

" مردم شیعہ درین قصہ سخن فراوان کردہ اند وگویند اینکہ رسول خدا عثمان ابن عفان را بمصاہرت خویش اختیار می فرمود بظاہر شریعت متابعت داشت و نفاق و شقاقی از وے پدیدار نہ بود امروزکہ عمر بن الخطاب بے فرمانی خدا و رسول نمودہ و غصب خلافت کردہ و از دین بیرون شدہ مصاہرت او در شریعت روا نبود ازین روے علی علیہ السلام امضا نمی فرمود وعمر بتمام غلظت وشدت تہدید و تہویل قتل می فرستاد عباس چون نگریست کہ درین امر فتنہ بزرگ حادث شود - این خبر ہا بہ علی آورد و بالحاج از حضرتش انجاح مسئول عمر بگرفت - بعضی از مردم شیعہ گویند کہ ام کلثوم بسرائے عمر نہ رفت بلکہ یک تن جنیہ بصورت ام کلثوم بر آمد و با عمر ہمبستر گشت - لکن مردم شیعی را جب نیفتادہ کہ حمل چندین مصاعب کنند چہ در پژوہش ایشان خطبہ کردن ام کلثوم بیرون شریعت از غصب خلافت کہ فتنہ آن تا قیامت باقیست بزیادت نیست از حضرت صادق علیہ السلام حدیث کردہ اند کہ فرمود ص ۳۶۳

اول فرج غصبت منا ام کلثوم پس لازم نیست کہ جنیہ بصورت ام کلثوم در آید" ص ۳۶۴

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ شیعوں نے اس قصے کے متعلق بہت باتیں بنائی ہیں - کہتے ہیں کہ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو جو شرف دامادی بخشا تھا تو اس وجہ سے کہ وہ بظاہر شریعت کے پابند تھے اور اُن سے کوئی نفاق یا عداوت کی بات ظاہر نہ ہوئی تھی - اور عمر (رضی اللہ عنہ) جسنے خدا اور رسول کی کھلی نافرمانی کر کے خلافت بھی غصب کر لی اور دین سے خارج ہو گیا (نعوذ باللہ) اس کی دامادی از روی شریعت

وا نہ تھی۔ یہی باعث ہی کہ جناب شیر خدا منظور نہ فرماتے
تھے۔ اور عمرؓ نہایت سختی کے ساتھ قتل کی دھمکیاں بھیجتا
تھا۔ جب عباسؓ نے دیکھا کہ فتنۂ عظیم پیدا ہوتا ہے
حضرت علیؑ کو آکر خبر دی اور نہایت منت وزاری سے
عمر کی درخواست کی قبول کرائی۔ بعض شیعہ کہتے ہیں
ام کلثوم تو عمر کے ہاں گئی ہی نہ تھیں ملکہ ایک جنیہ
ام کلثوم کی صورت میں ظاہر ہو گئی اور عمر کے ساتھ
ہمبستر ہوئی۔ (یہاں تک تو شیعوں کے مزعومات تھے آ
مورخ صاحب اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں) لیکن شیعوں کو
ان مشکلات کا بوجھ اُٹھانا کیا ضرور ہی جبکہ اُنکے نزدیک
ام کلثوم کی خواستگاری غصب خلافت سے بڑھکر
جسکا فتنہ قیامت تک باقی ہے۔ شریعت کے برخلاف نہیں ہے
امام صادق کی حدیث بھی ہے کہ فرمایا یہ پہلی لڑکی ہے جو ہم سے
چھینی گئی وہ ام کلثوم ہے۔ پھر لازم نہیں ہے کہ کوئی جنیہ ام
کلثوم کی صورت بن جائے (ترجمہ ختم ہوا)

اس سے بڑھکر مفصل اور مشرح ثبوت مسئلہ
عقد کلثوم میں کیا ہو سکتا ہے۔ پہلے مختلف پہلوؤں سے
دکھلایا گیا کہ ام کلثوم منکوحہ حضرت عمر وہی ام کلثوم تھیں
جو حضرت سیدہ کے بطن مطہرہ سے حضرت علی کی صاحبزادی
تھیں۔ آخر میں ناظرین کی مزید تسلی کیلیے خود مورخ کا
فیصلہ بھی اصل عبارت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ جسمیں حضرت
شیعہ کے اُن تشکوک وشبہات کا بھی جو امکان عقد مذکور
پر کرتے ہیں جواب آگیا یعنی مورخ نے صاف الفاظ
میں تسلیم کر لیا ہے کہ عقد ہوا اور ضرور ہوا۔

اور حسن اتفاق سے اُس نے اُسی حدیث صادق سے استدلال کیا جسکو یہاں ہندوستان کے شیعہ
صاحبان رد کر چکے ہیں۔ اور اس سے ایسے بگڑے
ہیں کہ ائمہ کرام کی احادیث کی مسلمہ کتب سے بھی خارج
ہو گئے۔ تاہم چونکہ کچھ شبہات جواب طلب ابھی باقی
ہیں اس واسطے منکرین عقد کی مزید تسلی کیلیے ہم اُس
کتاب سے استدلال کرتے ہیں جو ناسخ التواریخ کے
بعد اُسی مصنف کے بیٹے اور ویسے ہی رکن رکین سلطنت
ایران مرزا عباس علی قلی خان سپہر نے لکھی ہے۔ جیسا کہ
اوپر ذکر کیا گیا۔ اس کتاب کا نام طراز مذہب مظفری ہے
اور حضرت زینب علیہا السلام کے سوانح پر مشتمل ہے۔ اسمیں
حضرت علی کی سب صاحبزادیوں کا بھی ضمناً ذکر کیا
گیا ہے۔ اور اسی تقریب سے حکایت تزویج جناب
ام کلثوم با عمر بن الخطاب کا ایک مستقل باب ہے۔ جو
صفحہ ۴۷ سے لیکر صفحہ ۶۷ تک چلا گیا ہے۔ اسی باب میں سے
چند حوالے جو میں نے بوقت مطالعہ نوٹ کر لیے تھے
عرض کرتا ہوں۔

اول صفحہ ۵۷ پر معارف ابن قتیبہ کے حوالہ

سے جسکو مولنا شبلی نے الفاروق مین لکھا - عربی سے فارسی مین ترجمہ کرتے ہوے لکھا ہی -

"جناب ام کلثوم کبری دختر فاطمہ زہرا در سرای عمر بن الخطاب بود و از وے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چون عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب ورا در تحت نکاح در آورد"

پھر مورخ ابن اثیر کے حوالہ سے چالیس ہزار درہم مہر کا ذکر کر کے لکھا ہی "از وے رقیہ و زید پدید گشتہ" (طراز مذہب مظفری)

دوم (۱) صفحہ ۱۶۲ پر مورخ مذکور اپنی راے کا اظہار کرتے ہوے لکھتے ہین "راقم حروف گوید کہ از ملاحظہ شقوق این مبحث چند مطلب حاصل می شود نخست اینکہ ام کلثوم علیہا السلام را بحسب تکلیف ظاہر شرع و جود اسلام با عمر تزویج فرمودہ اند و بدانچہ امیر المومنین مصلحت وقت و رفع فساد را لازم می شمردہ باینکار اقدام فرمودہ است و جناب ام کلثوم در سرائے عمر دارائے فرزند بودہ است" (طراز مذہب مظفری) خلاصہ اسکا یہ ہی کہ ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور اُنسے انکے اولاد بھی ہوئی -

(ب) عام شیعہ معترضین کے جواب مین لکھا ہی کہ انکی تقریرین لاحاصل ہین - کیونکہ حضرت علی علیہ السلام باوجود اُن شکایتون اور شکوون کے جو امر خلافت اور اپنے حق کے بطلان پر جو کہ سب فسادون اور منافقون سے بڑھکر ہی آپ فرمایا کرتے تھے - ان (صحابہ) لوگون کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول کیا کرتے تھے اور تمام امور و جنگون مین آنحضرت کے مشورہ ہی پر عمل کرتے تھے - اور آنحضرت جو مناسب جانتے تھے انکی رہنمائی فرماتے تھے "پس اگر مناکحتے روے دادہ باشد آنحضرت خود بہتر دانند و بہ مفاسد و مصالح امور و حدود دین و احکام شریعت عالم و حاکم ست" یعنی پھر اگر یہ نکاح بھی ہو گیا ہی (تو کوئی تعجب کی بات نہین) حضرت علی خود بہتر جانتے تھے اور مفسدہ اور مصلحت متعلقہ امور اور دین کے حدود اور شریعت کے حکمون مین وہ آپ عالم و حاکم ہین - دیکھو طراز مذہب مظفری صفحہ ۱۶۳

تعجب ہی کہ علما و فضلاے ایران تو اس نکاح کے وجود کا اقرار کرین خواہ جبر کے ساتھ ہی سہی - خواہ جناب علی کی مصلحت اندیشی پر محمول کر کے سہی - اور اُسکی بھلائی برائی کو حوالہ بخدا کرین - لیکن ہندوستان کے شیعون کو دیکھیے کہ اس امر واقع کے اعتراف کرنیمین کس قدر [illegible] اشتباہات وارد کرتے ہین اور رکیک لائل و تاویلات بعیدہ سے اس بحث مین اپنا اور دوسرون کا وقت ناحق ضائع کرتے ہین -

(۳) جیسا کہ مؤلف شرح کنز مکتوم نے لکھا ہی کہ ہمارے علماء سلف و حال اس واقعہ سے برابر انکار کرتے رہے ہین اور سلف مین سے اُنھون نے شیخ مفید صاحب کی تقلید کو مفید مطلب جانا ہی۔ اسکا جواب بھی ذیل مین عرض کیا جاتا ہی۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائین - طراز مذہب مظفری کا مولف لکھتا ہی۔

"شیخ مفید اصل این واقعہ را انکار می نماید برلے بیان آنکہ از طرق اہل بیت بعید ست وگرنہ بعادہ ورود این جملہ اخبار، در وجود این منا کحت انکارش عجیب نماید وہم از حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام مرویست ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ۔ (صفحہ ۶۱۔ سطر ۴)

مطلب - یعنی شیخ مفید اس واقعہ سے انکاری ہین - کیونکہ اہل بیت کے شعار سے بعید معلوم ہوتا ہی لیکن ان سب اخبار سے جو نکاح کے ہونے پر دلالت کرتے ہین اُنکا انکار بعید معلوم ہوتا ہی اور حضرت صادق سے روایت ہی کہ جناب علی بعد وفات حضرت عمر کے ام کلثوم کے پاس تشریف لے گئے - اور اُنکو اپنے گھر لے آئے"

ناظرین لیجئے دوسری حدیث کافی کی بھی تصدیق ہو گئی -

چہارم - صغرسنی حضرت ام کلثوم کی تحقیق مین فاضل موصوف لکھتے ہین کہ اگر نکاح ۱۷ھ مین ہوا ہو تو ام کلثوم کی عمر آٹھ - نو - برس سے کمتر نہین نہین ہو سکتی - "اگر این حکایت در سال ہفدہم روی دادہ باشد جناب ام کلثوم از ہشت و نہ سال کمتر نتواند شد" (دیکھو طراز مذہب مظفری صفحہ ۶۰) اور مہتہ سجاد حسین صاحب کو خود اقرار ہی کہ ام کلثوم جوان السن عاقلہ بالغہ راشدہ اور چودھوین سال مین تھین - بلکہ لکھا ہی کہ اس (اس حساب عمر و مین) کو تمام عالم مین کوئی باطل نہین کرسکتا" (شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۸ و ۵۷)

پنجم - پھر فاضل مولف موصوف نے ایک اور مقام پر بھی اس نکاح کا ذکر کیا ہی - جہان یہ بحث ہی کہ آیا جناب مرتضی کی بیٹیون کی اولاد بھی آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہین یا نہ اسکے جواب مین فاضل موصوف کتاب نور الابصار کے حوالہ سے لکھتے ہین -

اما گفتہ اند از خصائص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ است کہ فرزندان فاطمہ سلام اللہ علیہا را بہ آنحضرت نسبت دہند لاکن در حق دختران دخترش این عنوان را جاری نداشتہ اند پس جریان امر در حق ایشان بر قانون شرع است درانکہ ولد در نسب باید پیرو پدر باشد - ہمین سبب گویند پسر شریف را اگر مادرش شریفہ

نباشد شریف نمی خوانند پس فرزندان فاطمہ به رسول خدا منسوب و اولاد حسن و حسین بایشان و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ منسوب باشند و فرزندان خواہران ایشان زینب خاتون وام کلثوم به پدران خود عبد اللہ بن جعفر و عمر بن خطاب نسبت یابند نه بمادر و نه به رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ زیراکہ ایشان فرزندان دختر بنت آنحضرت ہستند نہ فرزندان دخترش" (طراز مذہب مظفری ص ۵۰۱)

بقول فاضل موصوف کے حضرت زینب اور ام کلثوم کی اولاد داخل آل رسول اللہ سہی۔ ہم اسکا فیصلہ خود شیعون کی دیانت و دعواے حب اولاد علی کے حوالہ کرتے ہین۔ لیکن سردست عبارت منقولۂ مذکور سے یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر کی ایک منکوحہ ام کلثوم مثل زینب علیہما السلام حضرت سیدہ کی بیٹی تھی اور حضرت علی نے اُسکو حضرت عمر سے بیاہ دیا تھا یہ دوسری بحث ہے کہ حضرت اسد اللہ الغالب علی کل غالب نے عمرؓ جیسے بزدل اور فرارپسند کی دھمکیون سے ڈرکر اور مجبور ہوکر ایسا کیا تھا یا برضا و رغبت خاطر۔ اور یہ کہ اس سے حضرت عمر کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ اور یہ امر اس قدر متواتر اور مشہور ہے کہ فقہاے شیعہ کو ضرورت ہوئی کہ اس بحث کا فیصلہ کرین کہ آیا رسول صلعم کی بیٹی کی بیٹیون کی اولاد کو بھی جو ایک عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دیگئی اور دوسری جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیگئی آل رسول کی طرف منسوب کر سکتے ہین یا نہ؟

اب ناظرین فضلاے ایران کی مجموعی اور محققانہ تحقیق کو ایک طرف ملاحظہ فرمادین اور دوسری طرف ہمارے ہندوستان کے جدید شیعہ متکلمین کی جدید تنقید کو اور اندازہ کرین کہ اُنھون نے کسقدر اپنے بھولے بھالے شیعون کو سبز باغ دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس فیصلہ شدہ بحث کو از سرنو اُٹھاکر کسقدر غلط فہمیون کے شکار ہوے ہین۔ ان منکرین مین سے ہر ایک نے بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ عقد کی روایات سب مجروح ہین خواہ کتب اہل سنت کی ہون یا شیعون کی۔ اور یہ ناحق کا افترا ہے" لیکن اُنکے دعوے کا بطلان کافی طور پر آپ کو اسی مختصر مین مل سکتا ہے اور متحقق ہوجاتا ہے کہ کتب فریقین مین اس عقد کا برابر ذکر موجود ہے جس سے انکار کرنا صریح حق پوشی ہے۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ آخر مین طوالت مضمون کی معافی مانگتا ہون اور خداوند کریم سے اسکے مؤثر و مفید عام ہونے کی توفیق چاہتا ہون۔

والسلام علی من اتبع الہدی

راقم

خاکسار ہیچمدان خادم حسین خادم بھیروی

نوٹ از مدیر النجم عفا عنہ

عقد ام کلثوم کے متعلق النجم کے گذشتہ پرچون مین کئی مضامین چھپ چکے ہین جن سے اس مسالکی پوری توضیح ہو چکی ہے - اہل سنت کے بیان اس نکاح کی کوئی اہمیت نہین ہے - شیعون کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اس نکاح سے کچھ فضیلت حضرت فاروق اعظم کی ثابت ہوتی ہے - حضرت فاروق اعظم کی اس نکاح سے کیا فضیلت ہو سکتی ہے - اُنکی فضیلت کیلیے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کیا کم ہین - ہان اگر فضیلت ہے تو ام کلثوم کی - کہ اونکو آنجناب کی زوجیت کا شرف ملا - یہی وجہ ہے کہ محدثین اہلسنت نے کتب حدیث مین فضائل حضرت فاروق اعظم کے باب مین اس نکاح کی ایک روایت بھی ذکر نہ فرمائی -

ہان اس نکاح کا نتیجہ صرف اس قدر نکل سکتا ہے کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت فاروق کے مابین صفائی و اتحاد کا ثبوت ملتا ہے جو مذہب شیعہ کے مناقض ہے -

واضح رہے کہ اس بحث کے تین پہلو ہین -

(۱) نکاح ام کلثوم بنت علی کے ساتھ ہوا اور بتراضی طرفین ہوا -

(۲) نکاح ام کلثوم بنت علی سے ہوا ہی نہین

(۳) نکاح تو ہوا - مگر بجبر و اکراہ ہوا -

روایات فریقین اور عمل مجتہدین شیعہ سے صورت اول ثابت ہے - کتب شیعہ کی روایتین جو اس بارے مین ہین صحت کے اعلے درجہ کو پہونچی ہوئی ہین - کتاب کافی سی معتبر کتاب کی حدیثین ہین اور اُن حدیثون سے انکے ائمہ مجتہدین نے مسائل کا استنباط کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نکاح سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمیہ عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے جائز ہے -

مگر شیعون نے اپنے لیے ہمیشہ اس نکاح کو مصیبت عظمی سمجھا - چنانچہ متقدمین شیعہ اس نکاح کے وقوع سے تو انکار نہ کرسکے مگر اُنھون نے تیسری صورت اختیار کی - یعنی یہ کہ یہ نکاح بجبر و اکراہ ہوا - چنانچہ اصول کافی کی روایت مین امام صادق سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ شرم گاہ ہم سے چھین لی گئی -

اب متاخرین شیعہ نے یہ قول ایجاد کیا ہے کہ یہ نکاح ہی نہین ہوا -

ان تمام خرافات کا جواب النجم کے گذشتہ مضامین مین دیا جا چکا ہے - خلاصہ یہ ہے کہ احتمالات محضہ سے اس مقام پر کوئی کام نہین نکل سکتا - نقلیات مین وہی احتمال قابل لحاظ ہوتا ہے جو ناشی عن الدلیل ہو - لہذا حضرات شیعہ اگر اس نکاح کو بہت ناپسند کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ کسی

طرح اس سے گلو خلاصی حاصل ہو اور اس نکاح کے وقوع سے انکار کا موقع ملجائے تو اُنکو دو باتین لازم ہین **اول** یہ کہ اس مضمون کی صحیح روایت پیش کرین کہ یہ نکاح نہین ہوا - یا ہُوا مگر ام کلثوم بنت ابی بکر سے ہوا - مگر وہ روایت قوتِ صحت مین اصول کافی کی اُن روایات سے (جنمین نکاح کا اثبات کیا گیا ہی) فائق ہو - **دوم** یہ کہ روایات وقوع نکاح کے راویون کی غلط فہمی کے معقول اسباب بیان کرین - بغیر ان دونون مرحلون کے طے کیے ایسے مشہور تاریخی واقعہ سے انکار ہرگز چل نہین سکتا -

مگر میرے نزدیک اگر شیعہ میری صلاح مانین تو اس نکاح کے وقوع سے انکار کیے بغیر بھی نہایت عمدہ عمدہ جوابات ہو سکتے ہین جو اصول مذہب شیعہ اور روشِ علماے شیعہ کے بہت ہی مناسب ہین - **مثلاً** ایک جواب یہ ہی کہ صاحبو - یہ نکاح بھی اسرارِ امامت سے ہی - جس طرح ائمہ کی احادیث کا مطلب سوا نبی مرسل یا ملک مقرب یا بندہ مومن کے کوئی نہین سمجھ سکتا اسی طرح ائمہ کے افعال کی حقیقت بھی ہر کس و ناکس کے فہم سے باہر ہی - لہذا ہم کچھ نہین کہہ سکتے کہ یہ نکاح کیون ہوا اور اس نکاح سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہی کیا نہین - **یا مثلاً** ایک جواب یہ ہی کہ بیشک ایک منافق یا مرتد کے ساتھ مسلمہ مومنہ کا نکاح ناجائز اور حرام ہی مگر ائمہ کرام علیہم السّلام کو تحلیل و تحریم کا اختیار حاصل ہی جس حلال کو چاہتے ہین حرام کر دیتے ہین اور جس حرام کو چاہتے ہین حلال - اپنے اس اختیار سے ائمہ کرام علیہم السلام نے جابجا کام لیا ہی جیسا کہ کتب شیعہ کے دیکھنے والے جانتے ہین - لہذا اس نکاح کو بھی جو شریعت محمّدیہ مین حرام تھا - جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اختیار سے اپنے لیے اور اپنی بیٹی کے لیے حلال کر لیا -

یا مثلاً ایک جواب یہ ہی کہ ائمہ کرام کی عادت تھی (جو احادیث صحیحہ شیعہ سے ثابت ہی) کہ وہ اہل نجات کو راہ نجات کی تعلیم کرتے تھے اور اہل ہلاکت کو طریق ہلاکت پر چلاتے تھے - پس حضرت فاروق تو (معاذ اللہ خاک بدہن) اہل ہلاکت سے تھے ہی غالباً ام کلثوم بھی اہل ہلاکت سے ہونگی - اسلیے جناب امیر علیہ السلام نے اُن کو راہ ہلاکت پر چلایا اور معاذ اللہ ... کا ارتکاب اُن سے کرایا -

اس قسم کے بہت سے جوابات ہو سکتے ہین - جنکا ذکر کرنا اس مقام پر تطویل لاطائل ہی - ماہرین اصول شیعہ و واقفین روایات امامیہ خود مستنبط فرما سکتے ہین -

فقط

فرمان واجب الاذعان

پر ایک نظر

معزز ناظرین - اس فرمان سے مراد وہ مراسلہ ہی جو علمای نجف و کربلا وغیرہ نے تمام دنیای اسلام کے نام حال ہی مین ارسال فرمایا ہی - تبریز اور مشہد مقدس کے قیامت خیز حادثات سے متاثر ہوکر علمای موصوف نے مسلمانون سے اپیل کی ہی کہ آج سے بعد شیعہ و سنی کے اختلاف کو بالکل درمیان سے اٹھا دیا جائے اور حفاظت اسلام و تمسک بالقرآن کی سخت تاکید کی ہی -

قبل اسکے کہ مضمون فرمان کو ہدیۂ ناظرین کیا جائے علمای موصوف کی پوزیشن یعنی علوے مرتبت کی تشریح ضروری ہی - تو واضح ہو کہ شیعی دنیا مین انکی وہی پوزیشن ہی جو بلاتشبیہ عیسائی دنیا مین حضرت عیسی کے خلیفہ پوپ اعظم روم دارالخلافہ ملک اطالیہ کی ہی - جس طرح پوپ کا حکم تمام ملت نصرانیہ مین بمنزلہ مسیح کے حکم کے واجب التسلیم ہی - اسی طرح علمای نجف و کربلا کا فرمان بھی ہی - کیونکہ کوفہ کو (جسمین نجف داخل ہی) حرم علی علیہ السلام مانا گیا ہی - اور کربلاے معلے کو تو حرم خدا یعنی بیت اللہ شریف سے بھی افضل مانا گیا ہی - دیکھو مجالس المومنین وحیات القلوب عقیدہ شیعہ مین جمیع علماے کرام و مجتہدین عظام کو خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہون بمنزلہ امام و قائم مقام حضرت صاحب الزمان (امام مہدی) مانا گیا ہی - چہ جائے کہ نجف اشرف و کربلائے معلے کے علما جنکے احکام بمنزلہ احکام امام - جنکی اطاعت بمنزلہ اطاعت امام اور جنکی نافرمانی امام کی نافرمانی کے مانند ہی دیکھو کتاب اکمال الدین وغیرہ اسی واسطے یہان کے علما کو شیعہ لوگ حجج اسلام اور آیات اللہ و سرکار شریعت مدار کے معزز خطابون سے مخاطب کرتے ہین -

آمدیم بر سر مطلب - ایک شیعہ دوست کے ذریعہ مجھکو رسالۂ اصلاح جو کھجوہ ضلع سارن سے ہر مہینے شائع ہوتا ہی دیکھنے کا اتفاق ہوا - جسمین یہ فرمان مندرج تھا - سو اصل فرمان معہ تمہید اڈیٹر صاحب اصلاح پہلے ذیل مین عرض کیا جاتا ہی - اسکے بعد مین اپنا ریمارکس عرض کرونگا -

فرمان واجب الاذعان

علمای اعلام حجج اسلام نجف اشرف و کربلاے معلی و سامرہ و کاظمین کا یہ فرمان حبل المتین مورخہ ۲۸ ربیع الاول مین شائع ہوا ہی جسمین تمام اہل اسلام سے اپیل ہی - اس فرمان پر حسب ذیل علمای اعلام کی دستخط ہی - حجۃ الاسلام آقا عبداللہ مازندرانی - آقا محمد حسین حائری (خلف آقا جناب شیخ زین العابدین مازندرانی طاب ثراہ) سرکار

آغا صدر - مرزا محمد تقی حائری شیرازی - شیخ الشریعۃ اصفہانی آقا سید مصطفی الحسینی الکاشانی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ ولرسولہ اذا دعاکم لما یحییکم

یعنی اے مومنین تم استجابت کرو جبکہ خدا و رسول تمکو بلائے اُس کام کیلیے جو تمکو زندہ کرے -

خاطر قاطبۂ اہل توحید و عوام مسلمین کو متوجہ کرتے ہین کہ کسی زمانہ مین بھی اسلام اور مسلمین کو اس روز سیاہ سے سابقہ نہین پڑا - اور کبھی ایسی ذلت و نکبت مسلمین کو نہین پیش نہین آئی جس سے آج سامنا ہی - جو مصیبت آج پیش آئی ہی یہ اعظم حوادث ہی کہ کبھی ایسا صدمہ نہین گزرا - اساس دین مبین منہدم ہو رہا ہی - آثار شریعت خاتم المرسلین معرض زوال مین ہی - اسلام کی پہلی صدہا سلطنتین تھین - اب صرف دو دولت مستقل رہگئی تھین عثمانی - ایرانی - جو حامل لوائے محمدی تھین - اور حامی حوزہ اسلام حرمین شریفین و روضات مقدسہ یہی دونون تمام مسلمانون کی محل اعتماد و استناد تھین - نفاذ حرمت قرآن مبین اور رواج کلمہ شہادت و تشیید مبانی دین انھین دونون سلطنتون پر موقوف ہی - تمام مسلمین کی حیات معنوی انھین دونون سلطنتون سے باقی تھین اگرچہ وہ کسی نقطہ مین ہون اقامت شرائع دین احمدی کی سرزمین انھین دونون سلطنتون کی سلامتی و استقلال و قوت پر موقوف ہی اگر خدا نخواستہ یہ دونون سلطنتین مٹجائین یا کمزور ہو جائین تو پھر جامعہ اسلامی کا کہین وجود نہ رہیگا اور اسلام و مسلمین ایسی ذلت و خواری مین مبتلا ہونگے - کہ پناہ بخدا - خدا وہ دن نہ دکھلائے -

اس زمانہ مین بعض اجانب نے ہر طرف سے ان دونون سلطنتون پر حملہ ویران کن شروع کیا ہی - ایک طرف مسلمین طرابلس ایطالیون کے پنجۂ ظلم و ستم مین گرفتار ہین کہ زن و مرد بچے بوڑھے قتل ہو رہے ہین مال و جان غارت ہو رہے ہین - دوسری طرف روسیون نے ضعفاد عجزہ تبریز کو نشانہ بندوق بنایا ہی - اکابر و بزرگان تبریز کو پھانسی دے رہے ہین - رشت قزوین مین مداخلت ظالمانہ کرتے ہین اور ایرانیون کو اس طرح پریشان کیا ہی کہ قریب ہے استقلال دولت زائل اور اسلام مضمحل ہو -

اس خیال سے ہم لوگ خدام اسلام علمائے کرام کے ساتھ وظیفہ دینی سمجھکر نجف اشرف و کربلائے معلی سامرہ سے وارد شہر کاظمین ہوے ہین کہ شاید کوئی جادۂ کار حفاظت اسلام و مسلمین کا نکلے کہ پنجہ ظلم و تعدی اجانب سے محفوظ ہون -

ہم تمامی مسلمین سے اپیل کرتے ہین جو دوسری دوسری سلطنتون مین رہتے ہین کہ اگر جان سے خدمت

خدمت دین نہین کر سکتے تو دو کام تو کر سکتے ہین۔ ایک یہ کہ جہانتک ہو سکے مال سے اپنے برادران دینی کی امداد کرین دوسرے یہ کہ اپنی اپنی گورنمنٹ سے عرض حال کرین کہ روس وایطالیہ کی مداخلت بیجا کے دفعیہ مین کوشش کرین بدیہی ہی کہ اگر تمامی اہل اسلام متفق الکلمہ اسکی فریاد بلند کرین کہ روس وایطالیہ کی اس حرکت بیجا سے ہمکو صدمہ پہنچ رہا ہی تو ممکن نہین گورنمنٹ انکی فریاد پر متوجہ نہ ہو۔

مسلمانو! یہ وقت نزاع شیعہ وسُنّی نہین ہی۔ یہ امر دین اسلامیت ہی۔ آج اتفاقی قوت کی ضرورت ہی اب تساہل وتقاعد کا موقع نہین ہی۔ جامعۂ کلمہ اسلامیت معرض خطر مین ہی۔ ناموس شرع مطہر احمدی معرض زوال واضمحلال مین ہی (فسارعوا الی مغفرة من ربکم) رضا و مغفرت الٰہی کے حاصل کرنے مین جلدی کرو۔ ہم خادمان شرع مطہر تم لوگون کو اجماعاً از روی دیانت اسلامی سمجھاتے ہین۔ اور احکام خدا اور رسول کی تبلیغ کرتے ہین کہ جہان تک جلد ہو سکے اسطرف متوجہ ہو"۔ مضمون فرمان یہان تک ختم ہو گیا۔

اڈیٹر صاحب اصلاح اسکے بعد تحریر فرماتے ہین۔

"یہ ہی فرمان واجب الاذعان حجج اسلام نجف اشرف وکربلائے معلے وسامرہ۔ جنھون نے محض خدمت دین کیلیے اپنے وطن اور اہل وعیال کو چھوڑکر کاظمین شریفین مین قیام کیا ہی کہ خدمت اسلام کے لیے ایران روانہ ہون۔ اہل اسلام مین ایک متنفس بھی ایسا نہ ہوگا جسکو ان حضرات کے تقدس وعظمت مین کلام ہو۔ پھر کون مسلمان ایسا ہوگا جسکو اس حکم محکم کی تعمیل مین عذر ہو الخ دیکھو اصلاح نمبر ۴ جلد ۱۵ بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ

ایسے نازک وقت مین جبکہ غیر مسلم مخالفین ایکطرف مسلمانون کے رہے سہے جاہ وجلال وسیاسی وقار کو پامال کرتے ہین اور دوسری طرف مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیم وعقائد حقّہ پر معترض ہونے مین کمال بیباکی سے ساری کوششین صرف کر رہے ہین۔ مسلمانون کے دو قدیم فرقون شیعہ وسنّی کا اتحاد از بس مطلوب قلوب تھا۔ نجف اشرف و کربلا جیسی شیعہ کی قدیم یونیورسٹیون کے اعلےٰ ترین ڈگری یافتہ علما اور ائمہ اہل بیت کرام علیہم الصلوة والسلام کے سچے قائم مقام مجتہدین کے دستخطی فرمان کا صادر ہونا آیۂ رحمت پروردگار کا حکم رکھتا ہی۔ ہمدردان ملت اس فرمان کو معمولی خیال نہ فرمائین بلکہ خلوص نیت سے اسکی قدر کرین اور خیر خواہان قوم شیعہ بھائیون کو مدعو کرکے جلسے کرین اور شکریون کے رزولیوشن پاس کرین۔ کاش کہ یہ فرمان سوچا پس کچھ پہلے صادر کیا جاتا۔ تاکہ جو ناگوار واقعات بباعث عدم اتفاق واتحاد فریقین مسلمانون کو اب پیش آرہے ہین۔ شاید اس صورت مین اس کثرت اور قوت کے ساتھ دفعةً نہ آتے۔ جہان تک مین نے مطالعہ کیا

کیا ہی۔ شیعہ و سنی کا اختلاف اور پھر اسکے ساتھ افتراق بھی بہت کچھ بے اصل بدگمانی اور بے جا غلط فہمیون پر مبنی ہی شیعہ کے مد مقابل اگر کوئی فرقہ ہی تو وہ خوارج ہین۔ اہلسنت تو شروع سے اب تک جناب مرتضی اور اُنکی اولاد امجاد کی تعظیم و تکریم کو ایک حد تک جزو ایمان سمجھتے آئے ہین بلکہ مین ثابت کرسکتا ہون کہ شیعان علی سے بڑھکر اہلسنت نے تشیع کے ساتھ نیکی و سرپرستی کی ہے۔ ٹھیک جس طرح کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کی تعظیم و تکریم مین اسلام نے بمقابلہ یہود مردود حمایت و سرپرستی کی ہے

یہ اہل سنت ہی کی فراخ حوصلگی ہی کہ شیعون کے ناپاک منہ سے صحابۂ کرام اور ازواج مطہرات رسول کے حق مین لاف و گزاف سنتے ہین لیکن حضرت علی اور جناب سیدہ علیہما الصلوۃ والسلام کے حق مین کوئی کلمہ گستاخی و بے ادبی کا اپنی زبان سے نکالنا گناہ سمجھتے ہین شیعہ حضرات ذرا خوارج سے گفتگو کرین تو دیکھیے کیا مزے آتے ہین۔

اہل سنت کے محب اہلبیت ہونے کی یہ بھی کافی دلیل ہی کہ خوارج سے بھی اُنکو وہی قلبی نفرت ہی جو شیعون سے ہی۔ پھر جو گروہ نہ خود اہلبیت کرام کا دشمن ہو بلکہ اُنکے دشمنون کا دشمن ہو اُسکو دشمن اہلبیت گردانا اُنکے بزرگون کو صلواتین سُنانا۔ زیادتی نہین تو اور کیا ہی

بزرگان اہل سنت شروع سے تاکید کرتے آئے ہین کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملات سے حتی الامکان پرہیز رکھا جائے۔ اُنکا معاملہ اب خداوند احکم الحاکمین کے سپرد ہی۔ جسکو ہماری یاددہانیون اور یادداشتون کے بہم پہونچانے کی ضرورت نہین ہی۔ خدا اُن بزرگون کو جو ایسی نیک اور مفید وصیت چھوڑ جانے کا بہت کچھ اجر دے۔ اُنکی یہ وصیت اور تاکید کسی کمزوری پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اسمین بڑے بڑے قیمتی مشورے اور مصالح مخفی تھے۔ جنکے خلاف چلنے مین اُنھین قیامت خیز حوادث اور مصائب کا اندیشہ تھا جنکا خمیازہ باوجود سیکڑون برس کی گھر کی سلطنت اور اتفاق عقیدت کے ایران نے ایکطرف بابی جیسے خانہ برانداز فرقہ کے پیدا ہوجانے اور دوسری طرف نہ صرف تبریز اور صوبہ آذربائجان و مشہد مقدس کے قتل و غارت کی عقل برہمزن صورت مین اُٹھایا بلکہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے خاص روضہ مقدسہ اور مسجد کی بیحرمتی وانہدام گنبد روضہ جیسے غیر متوقع حادثات کو بھی کھینا پڑا

وہ مشہد مقدس جسکی زیارت کا ثواب ہزار حج بیت اللہ بلکہ دس لاکھ حج کے برابر کتب شیعہ مین مرقوم ہے کتنے افسوس کا مقام ہی کہ ایسے مقدس و متبرک مقامات کی بیحرمتی کو فدایان آل رسول و شیعیان جگر گوشہ گان بتول اپنی آنکھون سے دیکھتے رہے۔ گروہ

عقیدت و خلوص کا کوئی عملی ثبوت نہ دکھلا سکے۔ اور باوجود تکرار در تکرار واقعات کربلا کے حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہ زرین اصول جو تمام واقعہ ہائلہ کربلا کا اصل اصول ہی بکلی بھول گئے۔ جسکو ایران کے ایک فاضل نے ابھی زیادہ عرصہ نہین ہوا کہ اپنی کتاب مین درج کیے بغیر نہ چھوڑا اُس اُصول کے قابل قدر الفاظ یہ ہین۔

موت فی عز خیر من حیات فی ذل

(یعنی عزت کی موت بہتر ہے ذلت کی زندگانی سے)

غرض یہ ہی کہ جو طریقہ علمای شیعہ نے بحث خلافت مین اختیار کیا ہی اور جو قابل نفرت علم کلام اس بارہ مین اُنھون نے ایجاد کیا۔ اور جسکا نتیجہ تلخ دنیای اسلام کو دیکھنا پڑا۔ وہ شروع ہی سے غلط اصولون پر مبنی تھا جسکی غلطی پر آج سیکڑون برس بعد بھی خود علماے اعلام نجف اشرف و کربلاے معلی کو طوعاً و کرہاً اقرار و اعتراف کرنا پڑا۔

لیکن اب سوال تو یہ ہی کہ ہمارے ہندوستان کے شیعہ ان عبرتناک واقعات سے کہان تک مذہبی و اخلاقی سبق حاصل کرینگے۔ اور اس فرمان مبارک کی تعمیل مین جو اُنکے عقیدہ کے مطابق بمنزلہ فرمان امام زمان کے ہی۔ شیعہ و سنی کے مباحثات سے دست بردار ہوتے اور اپنے برادران اہل سنت کے ساتھ آج کے

بعد بلا تقیہ شیر و شکر ہو کر فلاح و بہبود عامہ ملت اسلام مین ساتھ دینے مین کہان تک اخلاقی جرأت سے کام لین گے

خدا کے فضل سے مین ثابت کر سکتا ہون کہ ائمہ اہل بیت علیہم الصلوۃ والسلام کا اسلام سے جداگانہ کوئی مذہب نہ تھا۔ بعض فروعی مسائل مین اگر اختلاف آرا ہی بھی تو ایسا ہی ہی جیسے دوسرے فرقون کے بزرگون کے درمیان۔ اس لیے شیعہ صاحبان اگر اس اختلاف پر زیادہ زور بھی دین تو اسی حد تک جس حد تک کہ دوسری فرق اہل سنت دیتے ہین۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ نہین ہونا چاہیے کہ ہم دوسرے مسلمانون سے اس حد تک بیزار ہو جائین کہ غیر مسلم اور مشرکون کے ساتھ رابطہ اتحاد ڈالکر اپنی کاوشون کا انتقام لین۔ آخر یمن کے زیدی شیعہ بھی تو شیعہ ہی ہین۔ کیا وجہ ہی کہ خاص ملک عرب مین زیدیہ اور دوسرے اہل سنت لوگون کے درمیان نہ اسقدر کاوشین سنی جاتی ہین نہ اسقدر بغض و عناد کی آگ مشتعل ہوتی ہی۔ ترکون کے ساتھ ملکی معاملات کی بنا پر باوجودیکہ زیدیہ کے امام حضرت یحییٰ برسون سے جنگ و جدل کرتے اور کمال شجاعت سے ترکون کو عاجز بھی کر دیا تھا۔ لیکن جہان اطالیہ کے حملہ طرابلس کی خبر سنی فوراً اپنے تنازعات کو بالاے طاق رکھدیا۔ اور اپنے ہزارہا مریدون کو حکم دیا کہ یمن کے بچانے سے پہلے حرمین شریفین

کے خادم سلطان کی عظمت کو بچانے کیلیے ترکون کی حمایت کرو۔ اور اب تک زید یہ اُسی عہد پر قائم ہین۔

اس زندہ نظیر سے فائدہ اُٹھانے مین تامل ہی تو مین اُس عظیم الشان امام کی نظیر آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہون جسکے شیعہ کہلانے کا آپ کو دعوی ہی۔ پہلے اُن تمام مظالم کو جو آپکے خیال مین غصب خلافت۔ غصب فدک۔ اسقاط حمل حضرت سیدہ۔ اور گلے مین رسی ڈالکر بارگاہ خلافت ابو بکرؓ تک لیجا کر بجبر بیعت لینے مین سترتب ہو سکتے ہین۔

لیکن کیا وجہ ہی کہ انھین مظالم کے ہوتے ہوے جن سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہوسکتا اور جنکی تفصیل مین بیشمار روایات کے طومار اور دفتر کے دفتر سیاہ ہوچکے ہین انھین روایات کے اندر ہم یہ روایت بھی پاتے ہین کہ جب خلافت ابو بکرؓ کا فیصلہ ہوچکا۔ نماز کا وقت آگیا اور موذن نے اذان دینا شروع کی۔ اللہ اکبر۔ اشھدان لا الہ الا اللہ۔ کی تکرار کے بعد جب اُس نے اشھدان محمد رسول اللہ کہا تو اُس غالب علی کل غالب کے قلب مطہر پر جو اثر ہوا اُس نے اُس طلب خلافت یا حرمان خلافت کے احساس کو جو بتقاضاے بشریت ممکن ہی کہ کچھ جاگزین خاطر ہو گیا ہو زائل کر دیا۔ آپ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرکے فرمایا راضی نیستی کہ این کلمہ استوار بپاید" یعنی کیا تم نہین چاہتین کہ یہ کلمہ قائم رہے۔؟

مورخ ناسخ التواریخ اسکا یہ مطلب تحریر کرتے ہین "کنایہ ازانکہ چون اعوان وانصار ندارم اگر از بہر تقاضا بیرون شوم کار فتنہ بالا میگیرد ودرین داہیہ یکبارہ مردم مرتد گردند وبت پرستی گیرند"

اور خود علماء متکلمین شیعہ بھی ظاہر کرتے رہتے ہین کہ جناب مرتضی نے اسی واسطے صبر وسکوت فرمایا تھا اور اپنے قرآن کو جاری نہ فرمایا تھا تا کہ اسلام مین فتنہ نہ پیدا ہو اور لوگ اسلام ہی سے بیزار نہ ہو جائین۔

پس اے شیعہ بھائیو۔ جب خود جناب مرتضی نے باوجود اس قدر حق تلفیون کے صحابہ کے ساتھ سامحت اور درگذر کو روا رکھا اور اسلام کی خاطر اپنے ذاتی فائدون کو نظر انداز کر دیا۔ اور آپ کے ہی قول کے مطابق باوجود دل مین بغض وکینہ رکھنے کے صحابہ کے مشیر بنے رہے اور ہمیشہ اُنکو نیک ومفید مشورے دیتے رہے۔ تو پھر آپ لوگون کو کیا حق حاصل ہی کہ اس امام کے پیرو کہلا کر اُس مصلحت کا خون کرنے مین دریغ نہین کرتے ہو؟ کیا امت مین فتنہ وفساد پیدا ہونیکا احتمال حضرت علیؓ کے بعد باقی نہین رہا۔ کیا اس فتنہ انگیزی کا نتیجہ آپ نے خود نہین دیکھ لیا؟ جسکی لپیٹ مین اہل سنت بھی آگئے۔ کیا اسی مصلحت اندیشی کی اب بھی ضرورت بدستور باقی ہی یا نہین؟ کیا اہل سنت مین سے آپکو کوئی ابو بکرؓ سا غمخوار

اُست اور عُمرؓ فاروق سا سرپرست قوم نظر آگیا ہی؟ کیا
حضرت علیؑ سے بڑھکر کوئی مدبر یا مصلحت اندیش آپ مین
پیدا ہوگیا ہی؟ جس سے یہ مصلحت اب منسوخ ہوگئی ہے؟
ہرگز نہین ہرگز نہین - تو پھر خدا کے لیئے انصاف کرو -
دین کو بازیچۂ خواہش نفسانی نہ بناؤ -

خدا اور سول اور جناب امیر کے احکام پُرانے ہوگئے
ہین تو اپنے امام غائب زندہ اور حی قائم نائبون کے فرمان
واجب الاذعان پر ہی عمل کرو -

سچے شیعون کے جو علامات خود ائمہ نے بیان
فرمائے ہین اپنے آپ مین وہ علامات پیدا کرو - ائمہ کی
تعلیم کو اغیار نابکار کی تعلیم سے جدا کرکے اُسپر کاربند
ہوجاؤ - قرآن اور سنت کو معیار بنالو - پھر آپ سب کی
نظرون مین عزیز ہوجاؤ گے - لیکن اگر اس فرمان واجب
الاذعان پر عمل کیا اور اپنے سابقہ مزعومات باطلہ پر مُصر رہو گے تو
دوسرے مسلمانو نکو یہ باور کرانیکا صریحاً موقعہ دوگے کہ آپکا اثنائے
ساطرہ ائمہ اہلبیت کرام کو مفترض الطاعۃ ظاہر کرنا صرف زبانی
دعوے ہی دعوے ہی - عملدرآمد کے وقت آپ محض
اپنی خواہشات کو ہی مفترض الطاعۃ مانتے ہین - خدا کرے
میرا خیال غلط ثابت ہو - والسلام علی من اتبع الھدے

راقـــــــــم

خاکسار خادم حسین خادم بھیروی

ملک ایران کی بربادی

النجم مین ابھی تک اسلامی ممالک کے اُن مصائب
کا کوئی مفصل تذکرہ نہین ہوا جنمین وہ آجکل مبتلا ہین - وجہ
اسکی سِوا اسکے کچھ نہ تھی کہ اس کام کو دوسرے معاصرین
النجم سے بہتر کرسکتے تھے اور کررہے ہین - مگر چونکہ اب ایران
کی حالت زار نے خاص لکھنؤ مین شیعون کو ایک غیر معمولی
جوش وخروش پر آمادہ کیا ہی اسلیے بغرض اصلاح کچھ لکھنا
ضروری ہے -

اسمین شک نہین کہ ترکی سے بدرجہا زائد ایران پر
مظالم ہوئے اور ہورہے ہین - خاصکر وہ ظلم عظیم جسکی
خبر آجکل اخبارون کے صفحات کو سیاہ کررہی ہی - یعنی
حضرت رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حملہ -

افسوس ہی کہ فردوسی نے ایران کے مرثیہ مین جبکہ
ایران مجوسیون کے پنجۂ ظلم سے رہا ہوکر مسلمانونکے سایۂ
عاطفت مین آرہا تھا - یہ اشعار اپنے شاہنامہ مین درج
کیے -

بر آمد ز شاہان جہان را قفیز · نہان شد زر و گشت پیدا پشیز
ہمان زشت شد خوب و شد خوب زشت · شدہ راہ دوزخ پدید از بہشت
دگرگونہ شد چرخ گردون بچہر · ز آزادگان پاک ببرید مہر

حالانکہ موقع ان اشعار کا یہ ہی جو آجکل درپیش ہی۔

مگر افسوس پر افسوس ہی کہ شیعون مین جسقدر ہمدردی مجوسیون کی ہی اسقدر کیا معنی اسکا عشر عشیر بھی مسلمانون کے ساتھ نہین ہی۔ بلکہ چشم دید واقعات ہین جو کتب تاریخ مین مذکور ہین۔ کہ جب کبھی مسلمانون اور کافرون مین مقابلہ ہوا۔ شیعون نے کافرون ہی کا ساتھ دیا۔ اسی وجہ سے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ مین لکھا ہی کہ ”ایامھم فی الاسلام کلھا سود“ یعنے ان کے دن اسلام مین بالکل تاریک ہین۔

ابھی چند روز کا ذکر ہی کہ ایڈیٹر اصلاح نے ہندؤن کے ساتھ میل کرنے کی کوشش کی تھی اور دیدیے بہت سے مضامین اصلاح مین لکھے تھے جنمین سے ایک مضمون کا فقرہ یہ تھا۔

”دیکھو ہمنے ہندوون ہی کی خاطر سے سنیون کے مولوی امیر علی کو قتل کرا دیا تھا“

مگر اب ان سب واقعات کو نسیاً منسیاً کرکے اور آنکھون مین خاک ڈال کے شیعون نے مسلمانان ایران کی دادرسی کے لیے ایک مجلس قائم کرنیکا ارادہ کیا اور اسکے لیے اشتہار شائع کیا اور اسکا مشتہر عام مسلمانون کو ظاہر کیا۔ اور حضرت رضا کی نسبت ”امام ہشتم مسلمانان“ کا لفظ لکھا۔

باوجودیکہ شیعہ چاہتے تھے کہ سنیون کو اپنے ساتھ اس موقع پر ملائین مگر پھر بھی اشتہار کی عبارت بغیر سنیون کے مشورے کے گھڑائی گئی اور حضرت رضا کے لیے جو لقب استعمال کیا گیا وہ کئی وجہ سے سنیون کے لیے دل آزار ہوا۔

اول یہ کہ حضرت ممدوح کو ”امام ہشتم مسلمانان“ لکھا گیا جو شریعت اسلامیہ پر ایک سخت حملہ ہی شریعت اسلامیہ نے ایسے ایسے بلکہ انسے بھی بدرجہا فائق ہزارون لاکھون امام پیدا کیے۔ اُن کو آٹھ مین منحصر کردینا کتنی سخت توہین ہی مثلاً ایک اُستاد کے سو شاگرد رتبۂ کمال کو پہونچے ہون۔ اگر کہا جائے کہ اُسکے دو یا تین شاگرد کامل ہوے۔ تو کیا اُسکی توہین نہ ہوگی؟

دوم یہ کہ یہ لفظ **متضمن تبرا** ہی اسلیے کہ حضرت رضا اُسیوقت امام ہشتم ہو سکتے ہین جبکہ حضرات خلفای ثلثہ امام نہ شمار کیے جائین۔ معاذ اللہ منہ

خیر۔ یہ اشتہار سنیون کو ناگوار گذرا اور انھون نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جسکی نقل ہدیۂ ناظرین ہی وھو ہذا

مسلمانو احتیاط کرو

بالفعل ایک گمنام اشتہار بجانب مسلمانان شائع ہوا ہی جسمین ۲۔ جون سنہ ۱۹۱۲ع روز یکشنبہ ساڑھے چار بجے

دن کے وکٹوریہ پارک مین شہنشاہ روس کے سپاہیون کی تعدیات
پر جو مشہد مین بمقابلہ شاہ ایران ہوے ہین۔ ناراضگی
ظاہر کرنے اور انصاف پسند ورحمدل برٹش گورنمنٹ
کے حضور مین روکنے کی استدعا کرنے کیلیے عام مسلمانون
کے جمع ہونے کی خواہش کیگئی ہی۔ حیرت ہی کہ خواص
وعوام مین سے کسی شخص خاص یا کسی انجمن کو ایسے
قومی اور ضروری اشتہار مین اپنا نام ظاہر کرنے کی
جرأت نہ ہوئی اور لفظ مسلمانان سے بلا تفریق مذہب
عام مسلمانون کی طرف سے انعقاد جلسہ کا اعلان دیا گیا
ظاہر ہی کہ اہل سنت کی کوئی انجمن یا جماعت اس جلسہ
کی محرک ہوتی تو اخفاے نام مین تقیہ جائز نہ رکھا جاتا
پس یقیناً یہ اشتہار صرف شیعہ حضرات کیطرف سے
ہوگا۔ اس موقع پر مجھے حضرات شیعہ کیخدمت مین
نہ کچھ عرض کرنے کا استحقاق ہی اور نہ امید اثر لیکن
مجھے اپنے اہل مذہب سے کامل توقع ہی کہ وہ اس گمنام
اشتہار کا ہدف نہ بنین گے اور اس قسم کی بے اثر
کارروائیون سے علیحدہ رہنے کی کوشش کرینگے ابھی
چند روز ہوے ہین کہ منجملہ دیگر بلاد ہندوستان کے شہر
لکھنؤ مین بھی مجروحین وقیدیان وبیوگان شہداے
طرابلس کی ہمدردی مین معززین اہل سنت کیطرف
سے بمقام بارہ دری قیصر باغ ایک عظیم الشان جلسہ

اور با اثر اُس جلسہ کا اعلان دیا گیا تھا۔ جو ہر پہلو سے
کامیاب ہوا۔ اُس موقع پر جناب مہدی حسین صاحب رضوی
نامے ایک شیعہ صاحب نے ایک اشتہار بنام التماس ضروری
مورخہ ۱۴- اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء مطبع نور المطابع مین چھپوا کر
کوچہ و بازار مین عام طور پر تقسیم کیا تھا جسکے چند فقرون
کا اقتباس یہ ہی۔

(یہ امر ممکن الوقوع معلوم ہوتا ہی کہ انگلش گورنمنٹ
کسیوقت روم کے کسی حصہ پر قابض ہو جائے پس
اگر ہمارے فرقہ مین اور وہ بھی خاص کر عوام وجہلا مین
ترکی سلطنت کے نقصانات کی خبرون پر اشتعال و برہمی
اور اظہار جوش وخروش کی عادت پڑجائیگی تو ایسے وقت
مین جب گورنمنٹ برطانیہ بمجبوری ترکی کے کسی نقصان
مین دیگر دول یورپ کا شریک ہوگا یا بحالت اضطرار
اشد ضرورت خود تنہا کسی ترکی مقبوضہ پر حملہ کرے گا
تو اُسوقت ہمارے عوام وجہلا مین خود برٹش گورنمنٹ
کیطرف سے مخالفت وناراضگی کا جوش پھیل جائیگا
اور عوام کو اُسوقت عوام کو یہ سمجھانا قریب قریب ناممکن
ہوگا کہ گورنمنٹ کن مصالح وضرورتون سے یہ کارروائی
کر رہی ہی اور ایسی حالت مین معلوم نہین عوام کی
کیا حالت ہو اور کیسے بیہودہ خیالات گورنمنٹ کی
نسبت پیدا اور کون کون جاہلانہ افعال سرزد

ہو جائین - اس زمانہ مین سلطنت روس کا جو برتاؤ
ایران کے ساتھ رہا ہی وہ ظاہر ہرا اسکا مقتضی تھا کہ
نہایت زور کے ساتھ شیعہ برٹش گورنمنٹ سے اُسکی
اصلاح کے متعلق عرض معروض کرتے ہیں جو طریقہ
اظہار ہمدردی کا شیعون نے باوصف اتحاد مذہب
ایران کے لیے اختیار نہین کیا وہ ترکی کیلیے ہرگز ہرگز
نہ اختیار کرنا چاہیے اس لیے کہ مذہبی لحاظ سے
شیعون کو ترکی سلطنت کیساتھ کوئی خاص تعلق
نہین ہی نہ شیعہ سلطان کو خلیفہ یا امیرالمومنین سمجھتے
ہین نہ کوئی مذہبی امتیاز اُنکی نظرونمین سلطان کا ایسا
ہے جو کسی دوسرے مسلمان فرمانروا کا نہ ہو - لکھنؤ
مین جو کارروائیان اسوقت ترکی سے اظہار ہمدردی
کی ہوئین یا ہو رہی ہین اُنکے بانی حضرات اہلسنت
ہین اور اُنمین شیعان لکھنؤ نے بحیثیت مجموعی کوئی
حصہ نہین لیا ہی - اور جناب حامد علیخان صاحب بیرسٹر کا
ایک جلسہ مین صدرنشینی منظور کرنا بحیثیت قائم مقام
فرقہ شیعہ نہ تھا بلکہ ممدوح کی ذاتی راے پر مبنی تھا
اب گذارش یہ ہی کہ اس التماس ضروری مین
اہل سنت کے جمہوری اور مقبولہ کارروائیون پر کن کن
الفاظ سے اثر ڈالا گیا ہی اور گورنمنٹ عالیہ کو شیعون
کے ایک خلاقی وفطری ہمدردی پر کن بے بنیاد دعوا،
امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہی - ایسی حالت مین
برادران اہل سنت کو بھی بہت احتیاط سے کام لینا
چاہیے - اور ممکن ہی کہ اسوقت بھی اس التماس ضروری
کے کل وجوہ منقولہ پر غور کرکے حضرات شیعہ کو کھل کر
اپنے نام سے جلسہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی ہو اور
خیال کیا گیا کہ اگر اس جلسہ کا کوئی اثر اچھا ہو گا ہم
سرخرو ہونگے ورنہ کہدیا جائیگا کہ اس قسم کی کار
روائیان اہل سنت ہی کیا کرتے ہین - مجھے امید ہے
کہ برادران اہلسنت مشہد کے واقعات موجودہ سے
جو کچھ ہمدردی رکھتے ہین اُسکو اپنے طور پر جائز
طریقون سے با اثر اظہار کا لباس پہنائین اور
دعا یا عرض معروض جو کچھ کرنا ہو بلا تقیہ فرمائین اور
ایسی بے اثر کارروائیون سے احتیاط رکھین تاہم
اگر کوئی صاحب اہل سنت سے شریک ہون گے
تو اُنکی ذاتی راے پر مبنی ہو گا -

المستہر

نور محمد - قاضی کا باغ

یہ اشتہار عین تاریخ کو تمام شہر مین شائع
ہوا - جلسہ شام کو وکٹوریہ پارک مین ہونیوالا تھا
یکایک لوکل گورنمنٹ کی طرف سے جلسہ کے لیے

امتناعی احکام صادر ہو گئے اور جلسہ ملتوی رہا۔

اب پھر دوسرا اشتہار شیعون کی طرف سے شائع ہوا جسمین سنیون کے بھی دستخط حاصل کیے گئے اور شیعون کے تو تھے ہی۔ اس اشتہار مین مقام جلسہ بدلدیا گیا ہی۔ نیز چند سنی وکلا و بیرسٹران وغیرہ کے دستخط ہین اور ایک دستخط مولوی اسلم صاحب فرنگی محلی کا ہے۔

فریقین کے دستخط ہونیسے ہر شخص یہی خیال کریگا کہ اشتہار کی عبارت مقبولہ فریقین ہوگی۔ مگر اشتہار کی عبارت بغور دیکھنے سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہی کہ مولوی اسلم صاحب نے تو محض دھوکہ مین آکر اور دستخط لینے والون پر بوجہ اعتبار کرکے دستخط کردیئے ہین ورنہ ایسی ذرا ذرا سی پیش پا اُفتادہ باتون سے اُنکا واقف نہ ہونا محل تعجب ہی۔

مثلاً حضرت رضا رحمۃ اللہ کے روضہ کو حرم محترم کے لقب سے یاد کیا گیا ہی۔ ایک سُنّی اور خاصکر وہ سُنّی جو اہل علم مین محسوب ہو کبھی ایسا لفظ نہ اپنے قلم سے نکال سکتا ہی نہ اسکو پسند کرسکتا ہی۔

اہل سنت مین باہم مدینۂ منورہ کے متعلق ہی اختلاف ہی کہ اُسکے لیے حرم ہی یا نہین۔ حنفیہ اس امر کے قائل ہین کہ حرم مکۂ مکرمہ کے ساتھ مخصوص ہی کسی دوسرے مقام کیلیے نہین ہی اور باقی ائمہ مدینہ منورہ کے حرم کے بھی قائل ہین۔ حنفیہ نے اس مقام پر بڑی بڑی بحثین کی ہین جو کتب حدیث کے دیکھنے والے جانتے ہین۔ پس جب مدینہ منورہ کی بابت یہ اختلاف ہی تو کسی دوسرے مقام کا کیا ذکر ہی۔ یہ طریقہ شیعون ہی کیلیے زیبا ہے کہ اُنھون نے حضرت بہترین انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر و ہمرتبہ اُنکی اُمت کے معدودے چند اشخاص کو قرار دیدیا۔ اسی طرح یہ بھی اُنکے لیے زیب دیتا ہی کہ اُس محبوب خدا کے روضہ کا ہمسر دوسرون کے مدفن کو قرار دین۔ مگر اہل سنت کو اِن باتون سے احتراز کلی چاہیے۔

یہ اعلیٰ درجہ کی نمکحرامی ہی کہ اپنے آقا و ولی نعمت کا ہمسر اُسی کے خوان نعمت کے چند زلہ بردارون کو قرار دیا جائے۔ اور آقا بھی وہ جسکا مثل دست قدرت نے نہین بنایا۔ جو اکرم الاولین والآخرین اور سید اولاد آدم ہی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بد آن بندہ کہ مولیٰ را نہ بیند
رود بر مسندِ مولیٰ نشیند

مگر قابل افسوس بات یہ ہی کہ جن لوگون کی دھوکہ دہی کے واقعات کا پے در پے تجربہ ہو چکا ہو پھر اُنکے

دھوکہ مین آجانا ایک عاقل کے لیے کہانتک زیبا ہی؟ قولہ علیہ السلام لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین۔ یعنی "ایک سوراخ سے مومن دو مرتبہ نہین کاٹا جاسکتا"

ہمارا مقصد اس تمام تحریر سے یہ نہین ہی کہ معاملات ایران سے کوئی ہمدردی ہمکو نہین ہی ہمدردی ہی اور یہ یک سنی شیعون سے زائد ہے۔ مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ شیعہ جب سنیون سے ملنا چاہتے ہین اُسوقت بھی وہ سنیون کے دل آزار کلمات سے پرہیز نہین کرتے۔ چہ جائیکہ جب وہ ملنا نچاہیں

قطعۂ تاریخ

در انتقال حضرت مولٰنا سید احمد حسن امروہوی

از ابوالفضل محمد تصدق حسین خان شمسؔ لکھنوی

جو احمد حسن تھے فقیہ و محدث — ہوے روضۂ خلد مین آج داخل

بتاتے ہین دنیا کے سب کارنامے — نہ تھا علم مین کوئی ان کا مقابل

کلام و عقائد مین بیمثل و اعلےٰ — تزہد مین یکتا تصوف مین کامل

ملی تھی اُنھین حافظہ کی وہ قوت — کہ ازبر تھے انکو ہزارون مسائل

ہوا مرنے سے اُنکے امروہہ ویران — وہ ہے خانۂ غم جو تھا عیش منزل

جو صدمہ اعزا پہ گذرا کہون کیا — نہ بس مین زبان ہی نہ قابو مین ہی دل

لکھو شمسؔ مصراع تاریخ رحلت — گلِ باغ قاسم ہوا ہاے زائل

۱۳۳۰ھ

مضمون نگاری کے قواعد

ہم کو بھی مضمون نگارون کی بہت ضرورت ہی مگر النجم کی مضمون نگاری کے لیے حسب ذیل قواعد کی پابندی ضروری ہی جو جان قواعد کی پابندی نہو نیگے جن صاحب کا مضمون درج نہو وہ براہ کرم معاف فرمائین اور عدم اندراج کی جوابدہی مین بھی دفتر کا عزیز وقت نہ ضائع ہونا چاہیے نہ مضمون کی واپسی کا صرف دفتر کے ذمہ رہنا چاہیے-

وہ قواعد یہ ہین

مضمون علمی یا مذہبی ہو اور مضمون نگار اُس مبحث مین کافی واقفیت و مہارت رکھتا ہو-

جو مضامین فرق مخالفہ کے رد مین ہون اُنمین تحقیق والزام دونون چیزون سے کام لیا گیا ہو- اور الزام مین مخالف کے مذہب پر پوری اطلاع کا ثبوت ملے تہذیب و متانت کا پورا لحاظ ہو گالیون کا جواب بھی دعا و ثنا کے ساتھ ہو اور مضمون نگار اسکا بھی ملتزم ہو کہ مخالف کے جواب بجواب کا سلسلہ جب تک چلے اپنا قلم نہ روکے-

عبارت مین گنجلک اور طول بالکل نہو صاف سلیس اُردو ہو- عربی فارسی کی عبارتین اگر منقول ہون تو اُنکا ترجمہ بھی حاشیہ پر ہو

خط صاف ہو کہ پڑھنے والے کو کسی مقام پر اشتباہ نہ پیدا ہو-

مضمون النجم کے موجودہ پیمانہ پر آٹھ صفحہ سے زائد نہو کبھی کبھی کسی اشد ضروری مضمون کو سولہ صفحہ تک دیے جا سکتے ہین

مضمون نگار صاحبان دفتر ہذا سے کسی صلہ و معاوضہ کے آرزومند نہ ہون- ان اجرھم الا علی اللہ-

جن صاحب کا مضمون پسند آجائیگا اور وہ ہر ماہ مین ایک مضمون دینے کا وعدہ کرینگے تو اُنکے نام النجم ہدیۃً جاری کر دیا جائیگا اور انعامی کتابین جو خریداران النجم کے لیے تجویز ہو کرینگی اُنکو بھی ملتی رہینگی-

جو مضمون حسن و افادہ کی اس حد مین آجائیگا جسکا اعلان پشت صفحہ ہذا پر ہی اُسکے لکھنے والے کو ہر فروخت کی قیمت کا خمس بذریعہ منی آرڈر (نہ بہ نیت معاوضہ) بھیجدیا جایا کریگا-

اگر کسی صاحب کی نظر سے مخالف کا کوئی مضمون جو اسلام پر حملہ آور ہو گذرے اور وہ قابلیت یا فرصت نہ رکھتے ہون تو اس مضمون کو بعینہ یا اگر انگریزی زبان مین ہو تو مع ترجمہ کے دفتر ہذا مین بھیجدین-

ہر مضمون زیادہ از زائد ایک ماہ کے اندر ہی اندر اُسکی ضرورت کو ملحوظ رکھکر شائع ہو جائیگا- اور اگر کوئی مانع قوی پیش آجائیگا تو مضمون نگار کو اطلاع دیجائیگی-

التماس ضروری

جسوقت سے النجم موجودہ پیمانہ پر آیا ہے تمام مضامین کی عمدگی کا
لحاظ پہلے سے بہت زیادہ کیا گیا ہے اور اسکے لیے غیر معمولی اہتمام ہوا ہی
لہذا جن ناظرین کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہو اور وہ اپنے بھائیون کو علمی و مذہبی
فوائد پہونچانا چاہین اُنکی خدمت مین گزارش ہے کہ جب کوئی مضمون النجم کا حسن و
خوبی کی اس حد تک پہونچ جائے کہ عام طور پر لوگون کو اس سے باخبر بنانا مفید سمجھا جائے تو آپ
حضرات اس مضمون کی علٰحدہ کاپیان بصورت رسالہ کے دفتر النجم سے خرید کر مواقع ضرورت مین مفت تقسیم
کردین ایسے مضامین کی بابت اکثر و بیشتر خود ہی دفتر النجم سے ناظرین کی خدمت مین سفارش کردی
جایا کریگی ایسے مضامین کے رسالے (بہ نیت مذکور خریدنے والون کو) فی روپیہ ۶۴ جز کے حساب
سے دیے جایا کرینگے کم از کم عہ رکے اور زیادہ سے زیادہ جسقدر مطلوب ہون خرید کیجیے اور اپنے
بھائیون مین تقسیم کر دیجیے مگر جب ایسا ارادہ کسی مضمون کی نسبت ہو تو تاریخ اشاعت
سے دو ہفتہ کے اندر اندر جس قدر رسائل مطلوب ہون اُنکی قیمت
بذریعہ منی آڈر بھیجکر دفتر سے طلب کر لینا چاہیے -

الملتمس

منیجر دفتر النجم لکھنؤ پاٹانالہ